الصلوۃ والسلام علیک یا نور اللہ

تصنیف

شیخ القرآن

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (القرآن)

اور جن لوگوں نے ہمارے راستے میں جہاد کیا ہم انہیں اپنے (قرب کے) راستے ضرور دکھائیں گے

مصنف

پیر طریقت حضرت ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب

ناشر

عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ)

ہیڈ آفس، جامعہ رضویہ ٹرسٹ سنٹرل کمرشل مارکیٹ، ماڈل ٹاؤن لاہور

نام کتاب	:	جہاد اسلامی
نام مصنف	:	ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری
صفحات	:	128
تعداد اشاعت	:	۱۱۰۰
ڈیزائننگ	:	طیب گرافکس
کمپوزنگ	:	محمد شاہد قادری
قیمت	:	80 روپے
ناشر	:	عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ)

ہیڈ آفس جامعہ رضویہ سنٹرل کمرشل

مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور۔

042-8428922

0300-4826678

0300-7991693

تعارف مصنف

جہاد اسلامی کے مصنف ویسے تو ایسی شخصیت ہیں جو محتاج تعارف نہیں لیکن یہ میری سوچ میں جناب کی زندگی سے متعلق کچھ اہم قسم کی معلومات ہیں جن پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں جو اکثر و بیشتر عام انسان کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ اس بین الاقوامی شہرت یافتہ شخصیت کی بنیادی تعلیم کونسی خوش نصیب درسگاہ میں ہوئی جس نے ایسے عظیم انسان تخلیق کئے ویسے تو سب سے پہلی درسگاہ ہر انسان کی ماں کی گود ہوتی ہے جتنی وہ گود مقدس و مکرم ہوگی اتنی ہی اسکی اولاد کی تربیت اعلیٰ ہوگی آپ کسی بھی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یقیناً آپ کی نظر سے بڑی بڑی شخصیات کے تذکار گزرتے ہوں گے وہاں یقیناً ان شخصیات کی تربیت کی پہلی بنیادی اور عظیم درسگاہ ''ماں کی گود'' کے ہی ثمرات ہوتے ہیں جو کہ ایک عام انسان کو عظیم انسان بنانے میں ممد ومعاون ثابت ہوتی ہے۔ حضرت قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری دامت برکاتہم العالیہ کی شخصیت میں اس پہلی درسگاہ ''ماں کی گود'' کی تربیت کے ہی اثرات ہیں کہ آپ بہترین عالم دین باعمل، بہترین مفتی، بہترین مدرس، بہترین محقق و مصنف، بہترین شیخ التفسیر اور بہترین شیخ الحدیث ہیں آپ کی طبع شریف میں انتہائی نرمی حلم بردباری برداشت اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے آپ سابق صوبائی وزیر برائے مذہبی امور و اوقاف پنجاب اور بانی و مہتمم جامعہ رضویہ ٹرسٹ سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور ہیں کئی کتابوں کے مصنف اور قرآن مجید کے مترجم بھی ہیں اب آتے ہیں آپکی بنیادی تعلیم کے متعلق تفصیلی معلومات پیش کرتا ہوں تاکہ قارئین کو آپ کی تعلیمی تربیت اور روحانی تربیت کے حوالے سے علم ہو جائے کہ کہاں کہاں سے یہ تربیت ہوئی۔

ولادت:

آپ کی ولادت موضع کچی لعل نزد اوچ شریف تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ میں بروز جمعرات مورخہ ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو (خدا بخشؒ کے گھر میں) ہوئی۔

علمی میدان کے شہسوار کی ابتدائی تعلیم:

گورنمنٹ پرائمری سکول موضع بن والا میں حاصل کی اور مڈل حصہ کی تعلیم کیلئے موضع لکس کے گورنمنٹ سکول میں داخلہ لیا وہاں سے مڈل کا امتحان انتہائی اعلیٰ پوزیشن میں پاس کیا بعد ازاں دیگر دینی تعلیم'' جو کہ بچپن سے ہی ماں کی گود میں جس کی آواز دلنواز گونجتی رہی' کیلئے مخدوم حسن بن غلام میراں شاہ کے گاؤں جمال الدین والی علاقہ صادق آباد ضلع رحیم یار خان میں استاذ العلماء والفضلاء حضرت علامہ حکیم غلام رسولؒ سے اکتساب فیض کیا اور اُن سے آپ نے درس نظامی کی شرح تہذیب قطبی کے اوائل شرح وقایہ اولین۔ اصول الشاشی، نورالانوار اور علم طب کی میزان طب، طب اکبر۔ موجز وغیرہ پڑھیں۔

1958ء میں ڈیرہ غازی خان میں استاذ العلماء علامہ مولانا غلام جہانیاںؒ سے نورا الانوار، شرح جامی، عبدالغفور، قطبی، میر قطبی، ملاں جلال، حمد اللہ شرح وقایہ اخیرین، میبذی در التصریح، اقلیدس، مشکوۃ شریف، جلالین ہدایہ اولین، حسامی، مقاما ت حریری، حماسہ، متنبی، تصوف، لوائح جامی، لوامع جامی اور مثنوی شریف پڑھیں۔

1961ء ملتان میں غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ علیہ الرحمۃ کے مدرسہ انوار العلوم میں داخلہ لیا۔ استاذ العلماء جناب مولانا عبدالکریمؒ سے تفسیرات احمدیہ پڑھیں اور حضرت مفتی امیر خالی خاں صاحب سے توضیح وتلویح۔ مسلم الثبوت وہدایہ اخیرین پڑھیں۔

پھر مفتی اعظم حضرت مفتی سید مسعود احمد قادری سے علم فتویٰ نویسی سیکھا۔ اور علمیر اث بھی پڑھا، آخر میں حضرت علامہ قبلہ کاظمی شاہ صاحب سے مناظرہ رشیدیہ، شرح عقائد، خیالی اور دورہ حدیث شریف پڑھ کر سند فراغت علم حاصل کی۔

عملی زندگی کا آغاز

علوم وفنون اور فتویٰ نویسی کے علم سے فراغت کے بعد قبلہ کاظمی شاہؒ کی نظر انتخاب والتفات نے بطور نائب مفتی آپ ہی کا انتخاب فرمایا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی حکومت پاکستان نے

قبلہ کاظمی شاہ صاحب کو بہاولپور یونیورسٹی میں بطور پروفیسر حدیث مقرر فرمایا تو قبلہ کاظمی شاہ صاحب نے جن قابل ترین تلامذہ کو ساتھ لے جانے کے لیے فرمایا اُن میں آپ بھی شامل تھے۔حضرت قبلہ مفتی صاحب نے وہاں سے 1965- 1966ء میں ایم اے اسلامک لاء یعنی تخصص فی الفقہ والقانون الاسلامی کی سند حاصل کی اور انوار العلوم واپس آ کر استاذ الحدیث، مفتی وصدر شعبہ افتاء کے فرائض سنبھالے۔1977ء میں حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی کی خواہش پر قبلہ مفتی صاحب جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور شیخ الحدیث وشیخ الادب العربی مقرر ہوئے اسی دوران صدر انجمن تہذیب الاسلام مین مارکیٹ گلبرگ آپ کو جامعہ مسجد غوثیہ گلبرگ لے آئے۔جہاں عرصہ 12 سال تک جامعہ مسجد غوثیہ کے خطیب، مسجد میں ہی موجود ایک بہت بڑی دینی درسگاہ کے ناظم اعلیٰ وشیخ الحدیث رہے۔انتہائی خوش اسلوبی محنت خلوص اور لگن سے کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہم کنار ہوئے۔بعد ازاں ماڈل ٹاؤن سنٹرل کمرشل مارکیٹ میں اپنی ذاتی دینی درسگاہ کا آغاز فرمایا جو کہ تقریباً عرصہ 17 سال سے انتہائی کامیابی کیساتھ اپنی منزل کیطرف رواں دواں ہیں۔جامعہ رضویہ ٹرسٹ سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن میں درج ذیل شعبہ جات کی انتہائی کامیابی کیساتھ سرپرستی فرما رہے ہیں۔

شعبہ تحفیظ القرآن، شعبہ تجوید وقرأت، شعبہ درس نظامی، شعبہ کمپیوٹر لیب، شعبہ تخصص فی الفقہ والحدیث والقانون الاسلامی اور شعبہ نشر واشاعت شامل ہیں اب شعبہ نشر اشاعت ایک باضابطہ رجسٹرڈ ادارہ کی شکل میں عمدۃ البیان پبلشرز رجسٹرڈ لاہور ہو چکا ہے۔جس کے زیراہتمام حضرت قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب کی تمام تصانیف اشاعت ہونگی اور وہی ادارہ آپ کی تمام مطبوعات کے حقوق کا محافظ ہوگا۔آپکی تصانیف تقریباً 55 کے قریب ہیں جن میں خاص اہمیت کا حامل ترجمہ قرآن مجید،"عمدۃ البیان فی ترجمۃ القرآن" ہے اس صدی کا ایک عظیم الشان تجدیدی کارنامہ ہے جو کہ بہت جلد چھپ کر منظر عام پر آ رہا ہے۔ایمان افروز اور تحقیقی شاہکار وتصانیف درج ذیل ہیں خود مطالعہ کریں اور عزیز واقارب میں تحفۂ پیش کریں یہ آپکی سعادت ہوگی اور اس سے خیر وبرکت کا وافر حصہ نصیب میں آئیگا انشاءاللہ

آپکی تصانیف کی تفصیل درج ذیل ہے

تصانیف پیر طریقت حضرت قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری ایم اے مہتمم جامعہ رضویہ (ٹرسٹ) لاہور
کی اہم ترین موضوعات پر تصانیف کا مطالعہ کریں اور احباب کو تحفہ پیش کریں۔

(1) درود و سلام و شان خیر الانام ﷺ
(2) مقام علم و علماء
(3) خلافت اسلامیہ اور مغربی جمہوریت
(4) قاضی اور سربراہ مملکت
(5) مسئلہ ایصال ثواب
(6) ندائے یا محمد یا رسول اللہ ﷺ
(7) پروفیسر طاہر القادری کا علمی و تحقیقی جائزہ
(8) شدید غصہ میں دی گئی طلاق کا شرعی حکم
(9) مسئلہ صلوٰۃ و سلام قبل اذان
(10) سورۃ یٰسین مع اردو ترجمہ و تفسیر
(11) عید اسلام
(12) معرفت خداوندی (اردو، انگلش)
(13) سورۃ ملک مع ترجمہ و تفسیر
(14) الشاہ احمد رضا بریلوی
(15) مسئلہ علم غیب و وسیلہ
(16) قرآن کیسے جمع ہوا؟
(17) مجموعہ حیات اولیاء
(18) شرح جامی کا اردو ترجمہ
(19) مسئلہ رفع یدین
(20) معجزات مصطفیٰ ﷺ
(21) افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(22) معاشیات نظام مصطفیٰ ﷺ (اردو، انگلش)
(23) انجکشن یا ٹیکہ
(24) اسلام میں داڑھی کی شرعی حیثیت
(25) تجزیہ اسلامی فرقے اور ان کی تاریخ و عقائد
(26) تحفۂ مومن
(27) قیام تعظیم
(28) شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(29) رد امکان کذب باری تعالیٰ
(30) شرح "الفضل الموھبی"
(31) معجزہ شق القمر
(32) بیعت کی اہمیت و ضرورت
(33) مسئلہ تصویر (تصویر کا جواز) (اردو، انگلش)
(34) نماز سے متعلق تین اہم مسئلے
(35) تفسیر اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
(36) تفسیر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
(37) اسلام میں ٹیکسوں کی شرعی حیثیت
(38) حج اور قربانی
(39) نجاۃ الوالدین الکریمین
(40) پردہ کی شرعی حیثیت
(41) ذکر و وسیلہ
(42) عالم برزخ
(43) الوظائف القادریہ
(44) فضائل اہل بیت
(45) عربی گرامر کی روشنی میں لکھا گیا آسان و عام فہم ترجمۂ قرآن کریم جو اس صدی کا تجدیدی کارنامہ ہے
(46) حالات امام بخاری علیہ الرحمۃ
(47) جہاد اسلامی (اردو، انگلش)
(48) مسائل و فضائل زکوٰۃ و صدقات (اردو، انگلش)
(49) اسلام کا قانون شہادت
(50) لباس مسنون
(51) علماء اور حکمرانوں کے درمیان تعلق کی اہمیت
(52) تحفۂ شیعہ
(53) تین اہم مسئلے
(54) شدید غصے کی طلاق

ان درج بالا کتب کے علاوہ حضرت کا ماہانہ مجلہ ماہنامہ البر لاہور کے نام سے عرصہ ۱۷ سال مکمل اور ۱۸ ویں کا آغاز ہو چکا ہے جو کہ عوام الناس بالعموم اور امت مسلمہ کے لیے بالخصوص شائع ہو رہا ہے انتہائی اہم موضوعات پر مضامین، تبصرے اور حالات حاضرہ پر اداریے اور آپ لوگوں کے بزنس کی تشہیر اس کے حسن وقدر میں اضافے کا باعث ہو رہی ہے آج ہی اخبار ہاکر یا بکسٹالز سے نام لیکر ماہنامہ البر لاہور طلب فرمائیں تاکہ آپ کے گھریلو ماحول کو دینی، روحانی اور اصلاحی پہلو میں خود کفیل کرے ڈاکٹر غلام مرتضے ملک کی کتاب توحید اور وجود باری تعالی کا علمی وتحقیقی جائزہ خاص طور پر قابل ذکر ہے آپکی کتب ایک بحر بے کراں ہیں دینی روحانی اصلاحی علم حق کے متلاشی ان کتب کا ضرور مطالعہ فرمائیں انشاء اللہ منزل حق انتہائی قریب ہوگی۔ ۱۹۹۸ء میں آپ نے علم نحو کی مشہور کتاب الکافیہ کی عربی شرح الوافیہ فی شرح الکافیہ پر چار ضخیم جلدوں پر مشتمل عربی میں تحقیق وتخریج لکھی الکافیہ جو کہ پورے عالم اسلام کی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس کی عربی زبان میں شرح فرماکر پنجاب یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی (دکتورہ) کی ڈگری حاصل کی۔

تفصیل غیر ملکی تبلیغی دورے، مناظرے

قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب مصنف کتب کثیرہ وزیر نظر کتاب جہاد اسلامی، دینی خدمات کے جذبے سے اکثر تبلیغی دورے فرماتے رہتے ہیں۔ صدر جنرل ضیاء الحق شہید کے زمانہ میں آپ نے چین کا انتہائی کامیاب سرکاری دورہ کیا۔ جنوبی افریقہ کے مسلمانوں کی درخواست پر آپ کئی دورے کر چکے ہیں بلکہ ۱۹۸۶ء میں جنوبی افریقہ کے دورے کے دوران (شہر کیپ ٹاؤن) مرزائیوں کیساتھ تین دن تک مناظرہ ہوتا رہا آخر میں مرزائی لیڈر سلیمان ابراہیم لاجواب ہو کر مرزائیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا اس مناظرہ کی کیسٹ اردو، انگریزی ویڈیو آڈیو موجود ہے۔

(لیڈی سمتھ) میں دیوبندی مولانا عبدالرزاق سے علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات پر مناظرہ ہوا جس پر انھوں نے اقرار کیا کہ واقعی یہ عبارات گستاخانہ وکفریہ ہیں اس مناظرہ کی بھی ہر قسم کی کیسٹ موجود ہے آپ برطانیہ کا بھی چار دفعہ تبلیغی دورہ کر چکے ہیں ایک موقع پر آپ سلطان باہو ٹرسٹ یو۔کے۔ ٹھہرے ہوئے تھے کہ مرزا طاہر احمد نے جنگ لندن میں ایک ختم نبوت کے حوالے سے بیان دیا جس پر گرفت کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے اسے بھی مناظرے کا چیلنج کیا جو کہ برطانیہ جنگ اخبار کی شہ سرخی سے یہ خبر شائع ہوئی جس پر مرزا طاہر احمد نے مناظرہ کرنے اور گفتگو کرنے سے انکار کر دیا اسی طرح آپ متحدہ عرب امارات کئی مرتبہ تبلیغی دورے فرما چکے ہیں۔ یورپین ممالک انگلینڈ، ناروے، ڈنمارک ساؤتھ افریقہ، امریکہ اور متحدہ عرب امارات کے علاوہ پاکستان میں بھی ارادتمندوں میں کا ایک وسیع حلقہ موجود ہے چونکہ کویت میں بھی حلقہ ارادت ہے وہاں ایک مرتبہ تشریف لے گئے تو دورہ کویت کے دوران کویت کے وزیر برائے مذہبی امور شیخ طریقت علامہ سید یوسف ہاشم الرفاعی جو دین اسلام اور خصوصا مسلک اہل سنت کی مثالی خدمات سرانجام دے رہے ہیں ان کی موجودگی میں قبلہ مفتی صاحب نے عربی میں خطاب فرمایا جس پر قبلہ رفاعی صاحب بے حد متاثر ہوئے اور فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام حدائق بخشش کا عربی ترجمہ فرما دیں جو کہ مسلک حق اہل سنت کی بہت بڑی خدمت ہوگی اور اہل عرب اس سے خوب استفادہ کر سکیں گے آپ نے پاکستان میں بھی کئی مناظروں میں شرکت فرمائی جبکہ چیچہ وطنی میں ایک مشہور عیسائی پادری سعید المسیح سے کئی دن مناظرہ رہا آخر میں وہ بھی آپ کے علمی دلائل کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا اور توبہ کر کے مشرف با اسلام ہو گیا۔ جو عیسائی پادری تائب ہوا اسکا نام احمد سعید رکھا گیا آج کل وہ کراچی میں ایک مبلغ اسلام کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہا ہے علاوہ ازیں موضع کیر میں دربار شریف حضرت پناہ سے ملحقہ مسجد میں ایک قابض دیوبندی خطیب نے مناظرے کا چیلنج کیا جب حضرت مفتی صاحب علماء اہل سنت کی معیت میں وہاں پہنچے تو مذکورہ مولوی صاحب میدان سے بھاگ گئے۔

(دعاگو) حافظ احسان احمد قاضی (مینجنگ ایڈیٹر ماہنامہ ''البر'' لاہور)

فہرست مضامین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سبب تالیف

محترم علامہ عنایت علی شاکر صاحب (اسلام آباد) کی قیادت میں کینیڈا ایمبسی اسلام آباد میں ۵ دسمبر 2004ء کو ایک میٹنگ ہوئی جس میں بجود دیگر علماء واحباب کے ہمراہ راقم الحروف بھی تھا اس میٹنگ میں:۔

۱۔ کینیڈا کے ایمبیڈر

۲۔ جاپان کے ایمبیڈر

۳۔ یورپین کمیشن کے ایمبیڈر

۴۔ اور ناروے کے ایمبیڈر

شریک ہوئے اس اجلاس کا مقصد باہمی مذاکرہ ومشاورت کے ذریعے دنیا میں ہونے والی دہشت گردی کے خاتمے کے لئے غور وفکر اور باہمی معاونت کے ساتھ اسلام کے بعض مسائل واحکام کے بارے میں بعض مفکرین کے خدشات کا ازالہ تھا اس میٹنگ میں مختلف حضرات کی طرف سے درج ذیل مسائل پر اسلام کے نقطہ نظر پر روشنی ڈالنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔

۱۔ اسلام میں جہاد اور دہشت گردی میں فرق۔

۲۔ اسلام میں عورت کا مقام۔

۳۔ قادیانیوں کے بارے میں مسلمانوں کا اجتماعی نقطہ نظر۔

۴۔ قرآن کریم کے تراجم میں پایا جانے والا اختلاف۔

اس سلسلے میں راقم نے پہلے مسئلہ کا جو مدلل جواب عرض کیا ہے وہ کتابی شکل میں حاضر ہے

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

16-12-2004

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

بخدمت جناب ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

سلام مسنون، مزاج شریف؟

میرا آپ سے ایک سوال ہے وہ یہ ہے کہ اس دور میں جہاد کا لفظ بکثرت استعمال ہو رہا ہے جہادِ کشمیر، جہادِ افغانستان اور جہادِ فلسطین ہے اور ہمارے ملک میں بھی کئی تنظیمات اپنے آپ کو جہاد کے نام سے مسلح کر رکھا ہے اور جہاد کے نام پر چندے کیے جاتے ہیں گذشتہ سالوں میں گرجا گھروں پر جہاد کے نام پر حملے کیئے گئے حکومت ایسے واقعات کو دہشت گردی کہتی ہیں آپ قرآن وسنت وفقہ اسلامی کی روشنی میں واضح کریں کہ اسلام میں جہاد کی تعریف تقاضے اور ضابطے کیا ہیں اور دہشت گردی کیا ہے، خود کش حملوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور غیر مسلم ممالک امریکہ، یورپ، انگلینڈ اور جاپان وغیرہ دار الحرب ہیں یا دار الامن ہیں، دلائل کیساتھ بیان فرمائیں اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ جو مکہ میں مبعوث ہوئے اس میں حکمت اور آپ ﷺ نے جو جہاد کئے اُن کا پسِ منظر کیا ہے؟ جزاکم اللہ۔ نیز تورات، زبور، انجیل وغیرہ بائبل کے بھی حوالہ جات بطور تائید کے شامل ہوں تو بہت ہی بہتر ہوگا۔

والسلام

سائل محمد فاروق لندن، محمود شاہد (امریکہ)

الجواب منہ الھدایہ والصواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (القرآن)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے ہمارے راستے میں جہاد کیا ہم انہیں اپنے (قرب کے) راستے ضرور دکھائیں گے۔

اسلام وعلیکم ورحمتہ اللہ!

آپ کے سوال کے جواب قرآن وسنت واجماع اُمت واقوال ائمہ دین وملت کی روشنی میں تفصیلی حاضر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اسلام میں جہاد بڑی اہمیت رکھتا ہے جہاد کے بارے میں قرآن کریم میں جہاد کی اور مجاہد (جہاد کرنے والے) کی بڑی شان بیان کی گئی ہے اور جہاد کو ہمیشہ جاری رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور نبی کریم حضرت محمد ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا لیکن یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ جہاد کا معنی لڑنا یا مارنا یا قتل کرنا نہیں ہے جہاد کا معنی انتہائی کوشش کرنا ہے اگر کوئی غیر مسلم، اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہو کر ان پر ظلم کرے تو مسلمان کا اپنی طاقت کے مطابق اسلام کا اور اپنا دفاع کرنا جہاد ہے یہ دفاع پہلے تو خوش اخلاقی اور نرمی کے ساتھ اس غیر مسلم کو سمجھانا ہوگا اگر وہ باز آجائے تو مسلمان اسے کچھ نہیں کہے گا اور اسے دوستی اور صلح کا ہاتھ بڑھانا ہوگا اور اگر وہ صلح اور سمجھانے اور نصیحت کرنے پر باز نہ آئے تو مسلمان کو اپنی طاقت کے مطابق اس کے ساتھ سختی کرنے کی اجازت ہے ساتھ یہ بھی قرآن کریم کی ہدایت ہے کہ اگر مسلمان صبر کرے تو اسی کے لئے بہتر ہے لیکن اگر مسلمان کو غیر مسلم کی سختی کا جواب سختی سے دینا پڑے تو سختی کا جواب سختی سے دے سکتا ہے مگر اس بات کا اسے خیال رکھنا ہوگا کہ اس میں بھی حد سے نہ بڑھے بس اتنا ہی سختی کرے جتنی غیر مسلم نے کی۔ اس سے زیادہ نہیں اور یہ کہ سختی بھی اس سے کرے گا جس نے سختی کی۔ کسی اور غیر مسلم کے ساتھ زیادتی نہ کی جائے گی۔ لیکن کسی پر امن انسان کے ساتھ زیادتی یا سختی کرنا ہرگز جہاد نہیں ہے اور پر امن لوگوں پر فدائی حملے اور خودکش حملے بھی ہرگز جہاد نہیں۔ اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت محمد ﷺ کی اللہ کے رسول کی حیثیت سے تشریف آوری کی اہمیت وضرورت

سوال:۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو عرب کے شہر مکہ میں خاص کر کیوں بھیجا؟

اس کا جواب یہ ہے:۔ کہ اس وقت جب اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا عرب اور باقی دنیا کی دینی اور اخلاقی اور روحانی حالت انتہائی بگڑ چکی تھی۔

دنیا کی حالت

عرب پہلے دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت نابت کعبہ کے متولی ہوئے۔ ان کے بعد قبیلہ جرہم متولی ہوا۔ اس قبیلہ کو عمرو بن لُحَیّ نے جو قبیلہ خزاعہ کا مورث اعلیٰ تھا بیت اللہ شریف سے نکال دیا اور خود متولی بن گیا۔ اس کا اصلی نام عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر ازدی تھا عرب میں بت پرستی کا بانی یہی شخص تھا جو ملک شام سے ھبل نامی بت مکہ میں لایا اور عرب کو اس کی پوجا کی دعوت دی اس طرح عرب میں بت پرستی پھیل گئی پھر اور بت بنائے گئے یہاں تک کہ خانہ کعبہ کے اندر اور باہر 360 بت جمع کر کے رکھ دیے گئے تھے جنکی مکہ اور اس کے گرد ونواح کے لوگ عبادت کرتے تھے۔

عمرو بن لحی دوزخ میں

حضرت ابوھریرہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "رَأَیْتُ عَمْرَو بْنَ لُحَیٍّ یَجُرُّ قُصْبَہٗ فِی النَّارِ (سیرت ابن ہشام ج ا ص ۷۸)"

ترجمہ شریف

کہ میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا کہ وہ دوزخ کی آگ میں اپنی آنتیں کھینچ رہا ہے بلاشبہ اسے یہ سزا بت پرستی کی ملی ہے جو وہ ہمیشہ بھگتتا رہے گا۔

ان بتوں کے علاوہ عرب میں اور بھی بت تھے حتی کہ چاند، سورج اور ستاروں کی بھی پوجا کی جاتی تھی جس کی تفصیل کتب تاریخ میں موجود ہے

نیز عرب میں درخت پرستی بھی پائی جاتی تھی۔ مکہ مشرفہ کے قریب ایک بڑا سبز درخت تھا جاہلیت میں لوگ سال میں ایک دفعہ وہاں آتے اور اس درخت پر اپنے ہتھیار لٹکاتے اور اس کے پاس حیوانات ذبح کرتے کہتے ہیں کہ عرب جب حج کو آتے تو اپنی چادریں اس درخت پر لٹکا دیتے اور حرم میں بغرض تعظیم بغیر چادروں کے داخل ہوتے۔ اس لئے اس درخت کو انواط کہتے ہیں۔ ابن اسحاق نے حدیث وہب بن منبہ میں ذکر کیا ہے کہ جب فیمیون نصرانی اپنی سیاحت میں نجران میں بطور غلام فروخت ہوا تو اس وقت اہل نجران ایک بڑے درخت کی پوجا کیا کرتے تھے۔ اس درخت کے پاس سال میں ایک دفعہ عید ہوا کرتی تھی وہ عید کے موقع پر اپنے اچھے سے اچھے کپڑے اور عورتوں کے زیورات اس درخت پر ڈال دیا کرتے تھے۔

بتوں پر عموماً حیوانات کا خون بہایا جاتا تھا۔ مگر بعض دفعہ انسان کو بھی ذبح کر دیتے تھے چنانچہ نیلوس ایک قسم کی قربانی کا ذکر جو ۴۱۰ء میں دی گئی تھی بدیں الفاظ بیان کرتا ہے۔

حجاز کے وحشی عربوں کے ہاں دیوتا کی کوئی صورت نہ تھی۔ صرف ان کھڑے پتھروں کی ایک قربانگاہ ہوا کرتی تھی۔ اس پر وہ ستارہ صبح (زہرہ) کے لئے کوئی انسان یا سفید اونٹ بڑی جلدی سے ذبح کیا کرتے تھے۔ یہ قربانی طلوع آفتاب سے پہلے بظاہر بدیں وجہ ہوا کرتی تھی کہ وہ ستارہ اس عمل میں پیش نظر رہے۔ وہ مقام متبرک کے گرد بھجن گاتے ہوئے تین بار طواف کرتے۔ تب قوم کا سردار یا کوئی بوڑھا پجاری اس بھینٹ پر پہلا وار کرتا اور اس کا کچھ خون پیتا۔ بعد ازاں حاضرین کود پڑتے اور اس جانور کو کچا پکا گوشت طلوع آفتاب سے پہلے کھا جاتے۔ خود نیلوس کا بیٹا زہرہ کی بھینٹ چڑھنے کو تھا کہ ایک اتفاقی امر سے بچ گیا۔ نیلوس سے پیشتر پورفری بیان کرتا ہے کہ عرب میں دومہ کے باشندے سال میں ایک بار ایک لڑکے کی بھینٹ دیتے۔ اور اسے قربانگاہ کے نیچے دفن کر دیتے۔

عرب میں ازدواج کی کثرت تھی۔ چنانچہ جب حضرت غیلان ثقفی ایمان لائے تو ان کے پاس بطور بیوی دس عورتیں تھیں۔ جمع بین الاختین جائز سمجھتے تھے۔ چنانچہ ضحاک بن فیروز کا بیان ہے کہ جب میرا باپ اسلام لایا تو اس کے تحت دو سگی بہنیں تھیں۔ جب کوئی شخص مر جاتا تو اس کا سب سے بڑا بیٹا اپنی سوتیلی ماں کا وارث ٹھہرتا تھا اگر وہ چاہتا تو اس سے شادی کر لیتا ورنہ اپنے کسی بھائی یا رشتہ دار کو شادی کے

لئے دے دیتا۔ زنا کاری کا عام رواج تھا۔ اور وہ اسے جائز سمجھتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جاہلیت میں نکاح چار طرح کا ہوتا تھا۔ ایک نکاح متعارف جیسا کہ آج کل ہے کہ زوج وزوجہ کے ولی مہر معین پر متفق ہو جائیں اور ایجاب وقبول ہو جائے۔ دوسرا نکاح استبضاع تھا اور وہ یوں تھا کہ شوہر اپنی عورت کو حیض سے پاک ہونے کے بعد کہتا کہ تو فلاں سے استبضاع (بچہ پیدا) کرلے اور خود اس سے ہمبستری نہ کرتا یہاں تک کہ اس شخص سے حمل ظاہر ہو جاتا۔ اس وقت چاہتا تو وہ اپنی زوجہ سے ہمبستری کرتا یہ استبضاع بغرض اچھا بچہ حاصل کرنے کے لئے کیا جاتا تھا۔ تیسرا نکاح جمع۔ وہ اس طرح کہ دس سے کم مرد ایک عورت پر سے باری باری ہمبستری کرتے یہاں تک کہ وہ حاملہ ہو جاتی۔ وضع حمل کے چند روز بعد وہ عورت ان سب کو بلاتی اور ان سے کہتی کہ تم نے جو کیا وہ تمہیں معلوم ہے۔ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے کہتی کہ یہ تیرا بچہ ہے۔ پس وہ اسی کا سمجھا جاتا تھا۔ اور وہ شخص انکار نہ کر سکتا تھا چوتھا نکاح بغایا۔ وہ اس طرح کہ بہت سے مرد جمع ہو کر بغایا (زنا کار عورتوں) میں سے کسی پر بے روک ٹوک داخل ہوتے اور اس سے ہمبستری کرتے۔ یہ بغایا بطور علامت کے اپنے دروازوں پر جھنڈے گاڑا کرتی تھیں۔ جو چاہتا ان کے پاس جاتا جب ان میں سے کوئی حاملہ ہو جاتی تو وضع حمل کے بعد وہ سب مرد اس کے ہاں جمع ہوتے اور قافہ کو بلاتے قافہ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی کے رنگ اور جسم کے مختلف اعضاء کو دیکھ کر اندازہ کر کے کہتا کہ یہ فلاں کا بچہ ہے وہ قافہ اس بچہ کو اس کے اعضاء دیکھ کر (اپنی دانائی سے) جس شخص سے منسوب کرتا وہ بچہ اسی کا بیٹا سمجھا جاتا تھا اور اس سے انکار نہ ہو سکتا تھا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دین ابراہیمی جو عرب کا اصلی دین تھا سوائے چند رسموں کے جن سے عقل سلیم کو، قطع نظر ارشاد انبیاء علیہم السلام کے، انکار نہیں ہو سکتا، عرب میں معدوم ہو گیا تھا بجائے توحید کے عموماً شرک و بت پرستی تھی۔ وہ معبودان باطل کو قادر مطلق کی طرح اپنے حاجت روا جانتے تھے اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھ کر ان کی پوجا کرتے اور خدا کے ہاں ان کی شفاعت کے امیدوار تھے۔ شرک وتشبیہ کا کیا ذکر بعض عرب کو تو خدا کی ہستی ہی سے انکار تھا۔ وہ شب و روز شراب نوشی، قمار بازی، زنا کاری اور قتل و غارت گری میں مشغول رہتے تھے قساوت قلب و سنگدلی کا یہ حال تھا کہ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے تھے۔ بتوں پر آدمیوں کی قربانی چڑھانے سے دریغ نہ کرتے۔ لڑائیوں میں آدمیوں کو زندہ جلا دینا۔ مستورات کا پیٹ چاک کرنا اور بچوں کو تہ تیغ کرنا عموماً جائز سمجھتے تھے۔

یہ حالت صرف عرب کے ساتھ مخصوص نہ تھی۔ بلکہ تمام دنیا میں اسی طرح کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ چنانچہ اہل فارس آگ کے پوجنے اور ماؤں کے ساتھ وطی کرنے میں مشغول تھے۔ اہل ترک شب و روز بستیوں کے تباہ کرنے اور بندگان خدا کو اذیت دینے میں مصروف تھے۔ ان کا دین بتوں کی پوجا اور ان کی عادت مخلوقات پر ظلم کرنا تھا۔ ہندوستان کے لوگ بتوں کی پوجا اور خود کو آگ میں جلانے کے سوا کچھ نہ جانتے تھے۔ اور نیوگ کو جائز سمجھتے تھے۔ نیوگ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا تو اس کی لاش کو آگ میں جلاتے وقت اس کی بیوی بھی ساتھ ہی آگ میں کود کر اپنے آپ کو جلا دیتی تھی۔

یہ عالم گیر ظلمت وتاریکی اس امر کی متقاضی تھی کہ حسب عادت الٰہی ملک عرب میں جہاں دنیا بھر کے ادیان باطلہ وعقائد قبیحہ واخلاق رذیلہ موجود تھے وہاں ایک ہادی تمام دنیا کے لئے بھیجا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو بھیج دیا جنھوں نے اللہ کے حکم سے یہ اعلان کیا کہ ''اے لوگو! میں تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں'' (قرآن) اور فرمایا کہ میں ساری مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں (حدیث)۔

عرب جیسی قوم میں، جس کی حالت اوپر بیان ہوئی حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ ﷺ کی زندگی بعثت یعنی نبوت کی ذمہ داری سونپے جانے تک ہر پہلو کے لحاظ سے بالکل بے لوث اور بے عیب رہی۔ آپ اخلاق حمیدہ سے متصف اور صدق وامانت میں مشہور تھے۔ حتیٰ کہ قوم نے آپ کو امین کا لقب دیا ہوا تھا۔ آپ مجالس لہو ولعب میں کبھی شریک نہ ہوئے۔ وہ افعال جاہلیت جن کی آپ کی شریعت میں ممانعت وارد ہے، آپ ان میں کبھی شریک نہ ہوئے اور جو جانور بتوں کے نام پر ذبح کیے جاتے آپ ان کا گوشت نہ کھاتے۔ فسانہ گوئی، شراب نوشی، قمار بازی اور بت پرستی جو قوم میں عام شائع تھیں، آپ ان سب سے الگ رہے۔ سال میں ایک ماہ رمضان میں کوہ حرا میں جو مکہ مشرفہ سے تین میل کے فاصلہ پر منیٰ کو جاتے ہوئے بائیں طرف کو ہے اعتکاف فرمایا کرتے۔ اور وہاں تشریف لاتے اور اسی قدر توشہ (سامان ضرورت) لے کر حراء میں جا معتکف ہوتے۔

ابتداء وحی

جب آپ کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عملی طور پر منصب نبوت سے سرفراز فرمایا حقیقت میں تو آپ کی روح مبارک کو اس دنیا میں آنے سے پہلے بلکہ تخلیق آدم سے بھی پہلے نبوت دے دی گئی تھی۔ آپ پر (قرآن کے نام) سے اللہ کی طرف سے کتاب اترنا شروع ہوئی جو تقریباً چوبیس (24) سال میں مکمل ہوئی۔ یہ کتاب ایک عالمگیر کتاب ہے اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کا قیامت تک رہنے والا معجزہ ہے اس میں قیامت تک کی ہر چیز کا روشن بیان ہے اور اس میں جہاد اور دہشت گردی میں جو فرق ہے اسے بھی واضح کر دیا گیا ہے جسکی تفصیل یوں ہے۔

اسلام ایک دین امن وسلامتی ہے

ہم مسلمان مؤمن کہلاتے ہیں اور مسلم بھی، امت مسلمہ بھی ہمارا ہی لقب ہے اہل علم جانتے ہیں کہ لفظ مؤمن ایمان سے ہے جس کے تین معنی آتے ہیں دو لغوی معنی ہیں ان میں سے ایک معنی ہے امن دینا، اور دوسرا ہے محبت کرنا ہے گویا اسلام کے نزدیک مؤمن وہ ہے جو اپنے آپ کو امن وعافیت میں رکھنے کی کوشش کرے اور دوسروں کو بھی یعنی اپنے آپ کو اس طرح رکھے کہ اللہ کی مرضی کے سوا کوئی ایسی بات یا کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے اس کو دنیا یا آخرت میں کسی تکلیف یا مصیبت کا سامنا کرنا پڑے اور دوسروں کو بھی اس طرح امن وعافیت سے رکھے کہ اپنے ہاتھ وزبان سے ان کو وجہ شرعی کے بغیر تکلیف وایذاء نہ پہنچائے چنانچہ حدیث شریف میں ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "المسلم من سلم المسلمون من

لسانہ ویدہ" کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے اور اس کے ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں یعنی وہ مسلمان بھائیوں کو اپنے ہاتھ اور زبان سے بلا وجہ شرعی تکلیف نہ پہنچائے ایک اور حدیث میں "المسلمون" کی بجائے "الناس" بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے سب لوگ سلامت رہیں یعنی وہ لوگوں کو خواہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم اپنے ہاتھ اور زبان سے بلا وجہ شرعی تکلیف نہ پہنچائے اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ شرعی و اسلامی نقطہ نظر سے کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی پر امن انسان کو مالی یا جانی نقصان پہنچائے خواہ وہ انسان مسلم ہو یا غیر مسلم، یہودی ہو یا عیسائی، ہندو ہو یا سکھ خواہ کچھ بھی ہو۔

اسلام کی امن پسندی

رومی فوجیں مسلمانوں سے لڑنے کیلئے پُر جوش تھیں حضرت خالد بن ولید نے اُن کے جوشِ حملہ کو دیکھ کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بذریعہ خط اطلاع دی جس کے جواب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ خط لکھا "تمہاری درخواست موصول ہوئی تمہیں شامی سرحدوں کی طرف پیش قدمی کی اجازت دی جاتی ہے لیکن یاد رکھو کہ حملے میں پہل نہ کرنا اور ہمیشہ اللہ ہی کی مدد مانگتے رہنا ہر شے اُس کے ہاتھ میں ہے۔"

شام کی جنگ کے سلسلے میں اولیں الفاظ تھے جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قلم سے نکلے۔

اس سے اسلام کی امن پسندی کا بہت بڑا ثبوت ملتا ہے۔ اور یہ کہ اسلام پُر امن لوگوں پر حملہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر کوئی پُر امن لوگوں پر خواہ وہ کسی بھی عقیدے یا مذہب کے ہوں حملہ کریگا تو دہشت گرد ٹھہرے گا نہ کہ مجاہد۔

محمدی امن کا قیام

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام تابعین وتبع تابعین اور ائمہ دین متین کی بھی یہی سیرت اور زندگی کا مشن تھا کہ دنیا میں امن قائم کیا جائے تاکہ دنیا میں امن وسلامتی کا ہی دور دورہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قرآن میں حکم دیتا ہے کہ "یا ایھا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ" اے ایمان والو! (اللہ تعالیٰ کا ایمان والوں کو ایمان کی صفت سے یاد فرمانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اے ایمان والو تمہارے ایمان کا تقاضہ ہے کہ تم) امن دو یعنی اپنے آپ کو بھی امن دو اور تحفظ دو جان ومال اور عزت وآبرو کی سلامتی دو۔ اور دوسروں کو بھی امن وسلامتی اور جان ومال کا تحفظ دو۔ بلا شبہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پیغمبر امن ہیں اور اسلام ایک دین امن ہے

جہاد وقتال

اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم میں جہاد اور قتال کا حکم دیا گیا ہے مگر یہ بھی سب اہل علم کو معلوم ہے کہ جب حضور ﷺ مکہ میں تھے تو اس وقت کافروں کی مادی طاقت زیادہ تھی اور افرادی قوت بھی۔ جبکہ مسلمان مادی وافرادی قوت کے اعتبار سے اور وسائل کے لحاظ سے کمزور تھے۔ کفار ان کو مارتے پیٹتے تھے لیکن مسلمانوں کو ان سے جہاد کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا بلکہ صبر وتحمل سے ان کے ظلم وستم کو برداشت کرنے کا حکم تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی حضرت محمد رسول ﷺ کو بھی یہی حکم تھا کہ "اللہ کے حکم کے آنے تک صبر کرتے رہیے" اور جو آپ کو تکلیفیں پیش آئیں ان پر صبر

کیجیے (لقمان ۱۰۹ ـ ۱۰) اسی طرح جس قدر مکی سورتیں ہیں ان میں کفار سے تلوار کے ساتھ جہاد وقتال کرنے کی بجائے صبر وتحمل و برداشت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے واضح سبق ملتا ہے کہ مسلمان جب کمزور ہوں خواہ افرادی لحاظ سے یا مادی وسائل کے اعتبار سے تو ان کو ظالم کافروں کے ساتھ قتال وجہاد کرنے کی بجائے حکمت عملی صبر وتحمل اور بردباری کا مظاہرہ کرنا ہوگا کیونکہ ایسی صورت میں کفار سے قتال ولڑائی کرنا اپنی ہلاکت کو دعوت دینا اور اپنے ہاتھوں ہلاکت مول لینا ہے۔ جس سے قرآن میں منع فرمایا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ" کہ اپنے ہاتھوں ہلاکت مول نہ لو (البقرہ ـ ۱۵۹) اس کا یہ مطلب نہیں کہ جہاد ختم ہو گیا جہاد تو قیامت تک جاری رہے گا چنانچہ حدیث شریف میں ہے "الجہاد ماض الی یوم القیامۃ" کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا اس میں یوں نہیں فرمایا گیا "القتال ماض الی یوم القیامۃ" کہ قتال قیامت تک جاری رہے گا بلکہ فرمایا گیا کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

جہاد کی تین قسمیں

اس کی وضاحت یہ ہے کہ جہاد تین قسم کا ہے ان میں سے ایک قتال (تلوار کے ذریعے جہاد) بھی ہے چنانچہ امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور کتاب مفردات القرآن میں لکھتے ہیں کہ "جہاد اور مجاہدہ" دشمن کے مقابلہ اور مدافعت میں اپنی انتہائی طاقت اور وسعت کو خرچ کرنا ہے" قارئین! اب غور فرمائیں کہ جہاد کی تعریف میں لفظ "دشمن اسلام کا مقابلہ" ضروری ملحوظ رکھا جا رہا ہے اور مقابلہ کا معنی ہے آمنے سامنے ہونا

یعنی مقابلہ میں آنے والے دشمن اسلام کو پیچھے دھکیلنا جہاد ہے بشرطیکہ آپ کو اس کی طاقت بھی ہو طاقت نہ ہو تو فرض نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا" کہ اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتا۔

دہشت گردی

لیکن یاد رکھیے کہ یہ ہرگز جہاد نہیں کہ غیر مسلم جو مسلمانوں کے خلاف قتال اور لڑائی نہیں کر رہا اور نہ ہی لڑائی میں مدد کر رہا ہے بلکہ وہ پر امن رہ رہا ہے کوئی مسلمان خواہ مخواہ اس پر حملہ کر دے یہ فساد اور دہشت گردی ہے جیسے پاکستان میں بعض تنظیموں نے جہاد کے نام پر پُر امن غیر مسلموں یا غیر مسلکوں کی عبادت گاہوں پر حملے کیے اور کئی بے گناہ جانیں ہلاک کر دیں یا انہیں نقصان پہنچایا بلا شبہ اسلام میں یہ خالص فساد فی الارض یعنی زمین میں فساد پھیلانا اور دہشت گردی ہے جس کی اسلام میں ہرگز اجازت نہیں۔ کسی کو محض اس بنا پر قتل کرنا کہ وہ مسلمان نہیں یہ قرآن و سنت کی رو سے ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے 'لا اکراہ فی الدین" کہ دین میں کوئی جبر نہیں یعنی ہر شخص کو آزادی حاصل ہے کہ وہ جو عقیدہ چاہے اختیار کرے دوسری جگہ فرمایا ''فھدینٰہ النجدین (البلد۔۸)''انا ھدیناہ السبیل اما شاکرا واما کفورا '' (الدھر۔۳) کہ ہم نے انسان کو دونوں راستے دکھا دیئے اب شکر گزار (مسلمان) ہو جائے یا ناشکرا (کافر) ہو جائے ایک اور جگہ فرمایا "من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر" (الکھف۔۲۹) کہ جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر پر رہے یعنی کسی کو جبراً مسلمان نہ بنائیں کیونکہ دنیا ایک آزمائش گاہ ہے

یہ ایک امتحان کی جگہ ہے لیکن یہاں ایمان لائیں گے تو آخرت میں جنت پائیں گے ورنہ دوزخ جائیں گے۔ لیکن اسلام میں اس بات کی بھی اجازت نہیں کہ کوئی اسلام لانے کے بعد اسلام سے پھر جائے کیونکہ اس میں اسلام کی توہین ہے ہاں اگر اسے اسلام کے بارے میں یا اسلام کی کسی بات میں شک ہو گیا تو علماء سے پوچھے وہ اسے مطمئن کر دیں گے ہاں شروع میں اسلام لانے پر کسی کو مجبور نہیں کیا جائے گا جو اسلام لائے شوق سے اور سوچ سمجھ کر لائے لیکن اسلام لانے کے بعد اسے اسلام سے پھر جانے کی اجازت نہیں ہے ہاں اسلام لانا ہر شخص کی ذاتی مرضی پر موقوف ہے کسی کو اسلام لانے پر مجبور کرنا یا ان لوگوں کو جو اپنے دین و مذہب پر قائم اور پر امن ہیں پریشان کرنا اور ان سے لڑنا اور انہیں قتل کرنا ہرگز جہاد نہیں بلکہ فساد ہے جیسا کہ ہم نے جہاد کی تعریف میں بیان کیا وہی تعریف جو امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے گزری کہ جہاد دشمن اسلام کے مقابلہ اور مدافعت میں اپنی انتہائی طاقت او روسعت کو خرچ کرنے کا نام ہے پھر زبان وقلم کے ذریعے اسلام کی خوبیاں بیان کرنا اور حسن اخلاق سے اسلام کی دعوت دینا اور دنیا میں امن قائم کرنا اور دہشت گردی کو ختم کرنا بھی جہاد ہے

جہاد کی تعریف پر غور

جہاد کی اس تعریف میں جو امام راغب نے فرمائی لفظ ''مدافعت'' پر غور کیا جائے تو جہاد کے بارے میں یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اسلام میں جس کا نام جہاد ہے وہ پر امن لوگوں پر حملہ کرنا ہرگز نہیں ہے جو لوگ پر امن لوگوں پر حملہ کرنے کو جہاد

کہتے ہیں وہ اسلام کو اور اسلام کے تصور جہاد کو بدنام کرتے ہیں اور مخالفین اسلام کو اس بات کا موقع فراہم کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو وہشت گرد اور جہاد کو وہشت گردی ٹھہرا ئیں پھر جو لوگ جہاد کو صرف تلوار زنی کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں وہ بھی مغالطہ میں ہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی جہاد کی صورتیں ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا جنہیں آج کے دور میں عمل میں لاکر ہم اسلام کی بہتر اشاعت کر سکتے ہیں چنانچہ امام راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں کہ جہاد کی تین قسمیں ہیں ایک جہاد ظاہری دشمن سے مقابلہ کرنا دوسرا شیطان سے جہاد کرنا اس کا کہنا نہ ماننا اور شیطانی کاموں سے بچنا اور لوگوں کو بھی بچانا، لوگوں کے ایمان و اعتقاد صحیح کو گمراہی اور گمراہوں سے بچانا ان پر حق و باطل کو دلائل کی روشنی میں واضح کرنا تا کہ وہ حق کو قبول اور باطل کو رد کر کے اپنے ایمان کو بچائیں اور ساتھ ہی ان کو نیک اعمال کی ترغیب دینا اور ان میں قرآن وسنت کے علم کو فروغ دینا، ان کو شیطان کی چالوں سے آگاہ کرنا اور اس کے مقابلہ میں اللہ و رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرنے کا جذبہ پیدا کرنا، تیسرا خود اپنے نفس کے خلاف جہاد کرنا یعنی نفس کو اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت پر مجبور کرنا۔ اور اسے اچھے کاموں پر لگانا دراصل یہی جہاد اکبر ہے جسکی طرف لوگوں کی توجہ نہیں ہے ہمارے اندر ہمارا نفس ہی ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے دنیا میں تباہی اور بربادی جہاں بھی ہوئی یا ہوتی ہے اس کی بنیاد اسی نفس خبیث کی خواہشات خبیثہ اور بری آرزوئیں ہیں اس لئے نفس کو اس کی بری اور غیر ضروری خواہشات سے روکنا سب سے بڑا جہاد ہے

جہاد اکبر

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنگ سے واپس تشریف لائے تو فرمایا "رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر" کہ ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے سب سے بڑا جہاد یہی ہے کہ قرآن وسنت کی تعلیم کو فروغ دے کر اپنے نفس کی اور لوگوں کی بھی اصلاح کرنا اور اس نیت سے قرآن وسنت کی ہدایات وتعلیمات کو عام کرنا کہ مسلمان جہالت کے اندھیروں سے باہر آئیں اور علم وعمل کے نور سے ان کے سینے منور ہو جائیں اس طرح دنیا امن وسلامتی کا گہوارہ بن جائے، کوئی کسی پر زیادتی کرنے کا روادار نہ ہو، اس طرح جہاں تک ہو سکے اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرے کی بھی اصلاح کرنا، لوگوں کے اخلاق کو قرآن وسنت اور حضرت محمد مصطفے ﷺ کی سیرت اقدس کی روشنی میں سنوارنا جیسے نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو تعلیم دے کر فرشتہ صفت انسان بنا دیا تھا۔ نیز اس کے ساتھ ساتھ غریبوں فقیروں کی مدد کرنا، معاشرے سے غربت وافلاس کا خاتمہ کرنا چنانچہ ایک حدیث میں ہے "جاهدوا اهواءكم كما تجاهدون اعداءكم" کہ تم جس طرح ظاہری دشمن سے جہاد کرتے ہو ایسے ہی اپنی نفسانی خواہشات سے بھی جہاد کرو اور یہی جہاد اکبر ہے۔

حکمت عملی

غرضیکہ جہاں جہاں جس جس جہاد کی ضرورت ہو وہاں وہی جہاد کرنا ہی حکمت عملی ودانائی ہے ہر جگہ بندوقیں اور کلاشنکوفیں اٹھائے پھرنا اور پرامن لوگوں پر ہتھیار چلا کر انہیں ہلاک کرنا ہرگز ہرگز جہاد نہیں ہے بلکہ یہ بدترین فساد اور بدترین ظلم اور دہشت گردی ہے۔ نیز اہل علم جانتے ہیں کہ

افسوسناک بات

یہ کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ جو مسلمان نہیں ہیں وہ تو اپنے درمیان بارڈرز ختم اور کرنسی ایک کر کے ایک ہو رہے ہیں اور یہ اچھی بات ہے اچھے کاموں میں برکت ہے۔ مگر مسلمان بٹے ہوئے ہیں عرب ایک نہیں اور عجم بھی ایک نہیں جب تک مسلمان ممالک ایک نہ ہونگے جیسے ہمارے دوست یورپین ممالک ایک ہو گئے ہیں اس وقت تک مسلمان سپر پاور سے مار کھاتے رہیں گے اگر مسلمان اپنے یورپین ممالک کی طرح ایک ہو جائیں تو کشمیر و فلسطین وغیرہ جیسے مسائل بھی خود بخود حل ہو جائیں گے یہ حکمت عملی اس دور میں سب سے بڑا جہاد ہے۔ اس تشریح سے معلوم ہوا کہ جہاد صرف ہاتھ چلانے سے نہیں ہوتا بلکہ مسلمانوں کا اہم فریضہ اللہ کے فرمان "واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا" (آل عمران ۱۰۳) کہ "مسلمانو! اللہ کی رسی (قرآن وسنت کے احکام کے دامن) کو مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں پھٹ نہ جاؤ" کی تکمیل ہے۔ بلکہ اپنی حکمت عملی کو حالات کے مطابق بدلنا اور اختیار کرنا ہی افضل جہاد ہے۔ لہذا جہاد زبان چلانے (تبلیغ کرنے) سے بھی ہوتا ہے پھر قلم چلانے سے بھی یعنی کتابیں لکھنے اور کتابیں چھاپ کر غیر مسلم مفکرین تک پہنچانے سے بھی تاکہ وہ ہمارا لٹریچر پڑھ کر اسلام کی صداقت پر یقین کریں بلکہ یہ جہاد کا طریقہ تلوار کے ساتھ جہاد کرنے سے زیادہ موثر ہے پھر ضروری نہیں کہ زبان و قلم میں سختی و شدت اختیار کی جائے بلکہ ایسے معقول طریقہ سے اسلام کی تبلیغ کی جائے جو مخالف کو اپیل کرے چنانچہ قرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کو تبلیغ کے لئے فرعون کے پاس بھیجا تو انہیں حکم دیا

"فقولا لہ قولا لینالعلہ یتذکراویخشی" (طہ۔۴۴) کہ فرعون سے سخت لہجے میں نہیں، نرم لہجے میں بات کرنا۔ افسوس کہ آج ہم جہاد کے اس متاثر کرنے والے طریقہ کو چھوڑ کر صرف بندوق کو اٹھائے پھر رہے ہیں حالانکہ یہ زبان کی متاثر کرنے والی خوبصورت بات کا اثر وہاں پہنچتا ہے جہاں کلاشنکوف بھی نہیں پہنچ سکتی بلکہ کلاشنکوف کو دشمن دیکھ کر غصہ ونفرت میں آجاتا ہے یا بھاگ جاتا ہے لیکن میٹھی زبان اور نرم لب ولہجے کی گفتگو سن کر دشمن کا غصہ دور اور نفرت ختم ہو جاتی ہے اور وہ بھاگنے کی بجائے محبت اور گرم جوشی سے قریب آجاتا ہے یہی قرآن وسنت کا سبق ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کے چودھویں پارہ کے آخر میں ہے۔

ترجمہ:۔ اللہ کے راستے (دین اسلام) کی طرف لوگوں کو بلاؤ دانائی کے ساتھ یعنی بردباری اور صبر وتحمل اور عالمانہ طریقے سے نہ کہ جذباتی اور غیر دانشمندانہ اور جاھلانہ طریقے سے اور اللہ کے راستے کی طرف بلاؤ خوبصورت اور اچھے الفاظ وعبادت سے اچھے انداز سے، میٹھے اور اثر کرنے والے لب ولہجے سے، نہ کہ سخت اور کڑوے انداز میں۔ اور فرمایا کہ اگر ان سے جھگڑنا بھی پڑے تو خوبصورت ترین یعنی اچھے سے اچھے انداز سے جھگڑو جس سے ان کا دل برا نہ ہو اور دشمنی پیدا نہ ہو بلکہ وہ حق کے سوچنے پر مجبور ہو جائیں۔

قلم کی طاقت

اس دور میں قلم کی بھی بڑی طاقت ہے حدیث میں قلم کو بھی ایک زبان قرار دیا گیا ہے لہذا قلم سے بھی جہاد ضروری ہے بلکہ آج میڈیا کا دور ہے رسائل، کتب وتراجم انتہائی علمی ومعقول وشستہ اور متاثر کرنے والے انداز سے لکھنے کی اشد ضرورت ہے۔

یقین کیجیے کہ قلم کا خوبصورت مدلل، محقق، جاذب اور متاثر کرنے والا انداز دلوں کی دنیا فتح کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس لئے قرآن نے قلم کی قسم کھائی ہے کہ قلم جو انقلاب برپا کرسکتی ہے وہ ایٹم بم یا تلوار بھی نہیں کرسکتی لہذا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ ان کے قرآن وسنت اور شرعی احکام ومسائل اور آداب وفضائل کے جاننے والے حضرات لکھیں اور وسائل والے حضرات ان کو شائع کرکے منظر عام پر لائیں پھر ان کو انگریزی اور دوسری زبانوں میں تراجم چھاپ کر انگریزی ممالک تک پہنچائیں تاکہ ان کو معلوم ہو کہ اسلام امن وسلامتی کا دین ہے، دہشت گردی کا نہیں آج اس سے بڑا کوئی جہاد نہیں۔

چنانچہ قرآن میں ہے (ترجمہ) اور اپنے رب کی طرف بلاؤ دانائی اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ سے برتاؤ کرو جو سب سے بہتر ہو" (النحل) لہذا آج اسلام کو لوہے کی تلوار سے نہیں حسن اخلاق کی طاقت سے پھیلانے کی ضرورت ہے یعنی خوبصورت زبان وبیان سے چنانچہ حدیث شریف میں حضور ﷺ نے فرمایا "جاهدوا المشركين باموالكم وانفسكم والسنتكم" (سنن ابی داؤد ج ا ص ۳۴۶) یعنی تم مشرکین سے اپنے مالوں اور اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعے جہاد کرو اپنے مالوں کے ذریعے یعنی خرچ کرکے ہتھیار خرید کر یا کسی کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے اس کی مالی مدد کرکے (مگر زکوۃ نہیں وہ صرف مسلمان کو دے سکتے ہیں) اور اپنی جانوں کے ذریعے یعنی جان کی قربانی دے کر یا وقت دے کر۔ جہاد سے یہی معنی مراد لینا قرآن کے فرمان "ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي احسن" (النحل ۱۲۵) کے مطابق ہے

اور یہی افضل جہاد ہے تلوار اس وقت اٹھانے کی ضرورت ہوگی جب منکرین اسلام تلوار لے کر میدان جنگ میں آرہے ہوں اور اسی طرح ان کا مقابلہ کرنا بھی بس میں ہو ورنہ اس حال میں ایسی حکمت عملی اختیار کرنا ہوگی کہ مسلمان محفوظ بھی رہیں اور اسلام پر آنچ بھی نہ آئے یہ سارا کام علماء کے باہمی مشورہ اور حاکم وقت کے حکم سے ہوگا حاکم وقت کی اجازت کے بغیر نہیں چنانچہ حدیث شریف میں "واذا استنفرتم فانفروا" (سنن ابی داود ج ا ص ۳۴۳) کہ جب تمہیں جہاد کے لئے بلایا جائے تو جہاد کے لئے نکل کھڑے ہو (مشکوۃ ۳۳۱) اس کی شرح المرقاۃ اور لمعات میں ہے "معناہ اذا طلبکم الامام للخروج الی الجہاد فاخرجوا" (لمعات شرح مشکوۃ ۷ ص ۳۸۲،۳۸۳) یعنی جب تمہیں حاکم وقت جہاد کے لئے بلائے اس وقت تم جہاد کے لئے نکل کھڑے ہو۔ معلوم ہوا کہ جہاد کی دعوت دینا صرف حاکم وقت کا کام ہے عام اشخاص یا اداروں یا تنظیموں کا کام نہیں۔ اگر کسی شخص یا اشخاص یا ادارے کے کہنے پر کوئی نکلا جب کہ حاکم وقت کی اجازت نہ ہو تو وہ جہاد نہ ہوگا، نہ وہ مجاہد ہوگا اور اگر قتل ہوگیا تو شہید بھی نہیں کہلائے گا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے۔ جہاد کی ضرورت وحکمت وطریق کا اور موقع محل کا تعین کرنا حاکم اسلام اور علماء اسلام کے باہمی مشورہ سے ہوتا ہے یہ جہاد نہیں کہ کسی فرقے کی ایک تنظیم خود ہی فیصلہ کر کے تلوار اٹھائے اور جہاد کا نام لے کر یک طرفہ کاروائی شروع کر دے اور جہاد کے نام پر لوگوں سے چندے اکٹھے کرنے شروع کر دے یہ ہرگز جہاد نہیں ہے کیونکہ اس پر فقہی طور پر جہاد کی تعریف ہی صادق نہیں آتی حکومت کا فرض ہے کہ وہ ان تنظیموں کو ایسی کاروائیوں سے سختی سے روکے کیونکہ اس سے اسلام کے مقدس جہاد کے بارے میں اقوام عالم کا تاثر بھی غلط ثابت ہو رہا ہے۔

فدائی حملے

بعض لوگ اس قسم کی دہشت گردی اسلام کے کھاتے میں ڈال کر کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے فدائی حملہ کیا ہے لیکن یہ ہرگز ہرگز فدائی حملے نہیں ہیں نہ یہ جہاد ہے نہ شہادت نہ ثواب بلکہ یہ خودکشی اور حرام موت ہے ہاں فدائی حملے یا خودکشی حملے ایک خاص حالت میں ہوتے ہیں اور یہ خاص حالت میں نہ صرف جائز ہیں بلکہ اسلام میں ان کا بڑا درجہ اور ثواب ہے لیکن یہ حملے حالت امن میں جائز نہیں بلکہ یہ حملے صرف امن کی حالت میں یا پرامن لوگوں پر ہرگز جائز نہیں ہیں اور اسلام کے نقطۂ نظر سے صرف ان پر فدائی حملے کرنا جائز ہیں جو مسلح ہو کر مسلمانوں کے مقابلے میں آئے ہوئے ہوں اور مسلمان مجاہدوں کو یقین ہو کہ اب دشمنان اسلام مسلح ہو کر میدان میں آ گئے ہیں یا ہماری تاک میں ہیں کہ ہمیں دیکھتے ہی ہم پر حملہ آور ہو جائیں گے چنانچہ جنگ احد میں کئی ایک صحابہ نے مقابلہ میں آئے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس کر ان پر فدائی حملے کیے اور ان کو بھی مارا اور خود بھی شہید ہو گئے حضور ﷺ نے ان کی تعریف فرمائی نیز ان پر بھی فدائی حملے کرنا جائز ہے جو اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ یا قرآن کریم کی شان میں کھلی بے ادبی اور کھلی توہین کرتے ہوں اور اسلام کو اعلانیہ برا کہتے ہوں اور سمجھانے بجھانے کے باوجود باز نہ آتے ہوں ایسے غیر مسلموں پر فدائی حملے کرنا بھی جائز ہے تاکہ ان کا منہ بند کیا جائے اور ان کو اس طرح سبق سکھایا جائے۔

لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ ان فدائی حملوں میں کوئی دوسرے بے قصور اور پر امن لوگ ہرگز ہرگز نشانہ نہ بنیں اگر یہ اندیشہ ہو کہ دوسرے پر امن اور بے قصور لوگ بھی مارے جائیں گے تو ایسی صورت میں ہرگز فدائی حملے کرنا جائز نہیں اگر کوئی کرے گا تو وہ دہشت گرد ہوگا جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ پر امن شہریوں اور پر امن آبادیوں پر حملے ہرگز جائز نہیں پر امن شہروں پر فدائی حملے کرنا جہاد نہیں فساد ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔"واللہ لا یحب الفساد "(البقرۃ ۲۰۵) کہ "اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا" پر امن لوگوں پر خواہ وہ کسی بھی دین یا مذہب کے ہوں یا سرے سے کوئی دین یا مذہب ہی نہ رکھتے ہوں حملہ کرنا انتہائی سنگدلی اور گناہ کبیرہ ہے۔قرآن کریم میں ہے "لاتزر وازرۃ وزر اخری" کہ ایک جان دوسری جان کے گناہ کی ذمہ دار نہیں ہے۔ لہذا یہ بھی اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے۔

فدائی حملے

بعض لوگ اس قسم کی دہشت گردی اسلام کے کھاتے میں ڈال کر کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے فدائی حملہ کیا ہے لیکن یہ ہرگز ہرگز فدائی حملے نہیں ہیں نہ یہ جہاد ہے نہ شہادت نہ ثواب بلکہ یہ خودکشی اور حرام موت ہے ہاں فدائی حملے یا خودکشی حملے ایک خاص حالت میں ہوتے ہیں اور یہ خاص حالت میں نہ صرف جائز ہیں بلکہ اسلام میں ان کا بڑا درجہ اور ثواب ہے لیکن یہ حملے حالت امن میں جائز نہیں بلکہ یہ حملے صرف امن کی حالت میں یا پرامن لوگوں پر ہرگز جائز نہیں ہیں اور اسلام کے نقطۂ نظر سے صرف ان پر فدائی حملے کرنا جائز ہیں جو مسلح ہو کر مسلمانوں کے مقابلے میں آئے ہوئے ہوں اور مسلمان مجاہدوں کو یقین ہو کہ اب دشمنان اسلام مسلح ہو کر میدان میں آگئے ہیں یا ہماری تاک میں ہیں کہ ہمیں دیکھتے ہی ہم پر حملہ آور ہو جائیں گے چنانچہ جنگ احد میں کئی ایک صحابہ نے مقابلہ میں آئے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس کر ان پر فدائی حملے کیے اور ان کو بھی مارا اور خود بھی شہید ہو گئے حضور ﷺ نے ان کی تعریف فرمائی نیز ان پر بھی فدائی حملے کرنا جائز ہے جو اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ یا قرآن کریم کی شان میں کھلی بے ادبی اور کھلی توہین کرتے ہوں اور اسلام کو اعلانیہ برا کہتے ہوں اور سمجھانے بجھانے کے باوجود باز نہ آتے ہوں ایسے غیر مسلموں پر فدائی حملے کرنا بھی جائز ہے تاکہ ان کا منہ بند کیا جائے اور ان کو اس طرح سبق سکھایا جائے۔

لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ ان فدائی حملوں میں کوئی دوسرے بے قصور اور پر امن لوگ ہرگز ہرگز نشانہ نہ بنیں اگر یہ اندیشہ ہو کہ دوسرے پر امن اور بے قصور لوگ بھی مارے جائیں گے تو ایسی صورت میں ہرگز فدائی حملے کرنا جائز نہیں اگر کوئی کرے گا تو وہ دہشت گرد ہو گا جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ پر امن شہریوں اور پر امن آبادیوں پر حملے ہرگز جائز نہیں پر امن شہروں پر فدائی حملے کرنا جہاد نہیں فساد ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔"واللہ لا یحب الفساد "(البقرۃ ۲۰۵) کہ"اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا" پر امن لوگوں پر خواہ وہ کسی بھی دین یا مذہب کے ہوں یا سرے سے کوئی دین یا مذہب ہی نہ رکھتے ہوں حملہ کرنا انتہائی سنگدلی اور گناہ کبیرہ ہے۔قرآن کریم میں ہے "لاتزر وازرۃ وزر اخری" کہ ایک جان دوسری جان کے گناہ کی ذمہ دار نہیں ہے۔ لہذا یہ بھی اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نیز اللہ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "لا یقتل ذو عھد فی عھدہ" کہ کوئی ایسا شخص قتل نہ کیا جائے جو اسلامی ریاست میں عہد و پیماں لے کر آیا ہو (ابو داؤد حدیث نمبر ۲۰۰۶ اور ترمذی حدیث ۱۴۱۲/۱۴۱۳ او نسائی جلد ۲ ص ۱۴-۱۰ البیہقی ۱۹۴/۸) کسی ریاست کی طرف سے کسی مسافر کو پاسپورٹ اور داخلہ کی اجازت کے لئے مہر لگا دینا بھی عہد و پیماں ہے جسے ہم ویزا کہتے ہیں اور جو غیر مسلم پیدا ہی اسلامی ملک میں ہوئے ان کی حفاظت تو اور بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا "المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ" کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت و باحفاظت رہیں۔ ایک مرتبہ تو یہ فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ سے سب لوگ محفوظ رہیں خواہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم ہوں۔

جہاد

بلاشبہ جہاد ایک اہم فریضہ ہے۔ حدیث میں ہے "الجھاد ماض الی یوم القیامۃ" جہاد قیامت تک جاری رہے گا لیکن افسوس کہ اس دور میں بعض لوگوں نے جہاد کے معنی و مفہوم کو اسلحہ سے لڑنے کے ساتھ مخصوص کر لیا پھر یہ بھول گئے کہ اسلحہ سے لڑنا بھی بصورت استطاعت و طاقت ہے یہ جہاد نہیں کہ آپ ایسی طاقت کے ساتھ اسلحے لے کر لڑنا شروع کر دیں جو آپ کو چند لمحوں میں فنا کر کے رکھ دے کہ نہ آپ کا

ملک رہے اور نہ نظام رہے اور نہ آپ رہیں اس کو جہاد نہیں حماقت بلکہ بہت بڑی حماقت کہیں گے ایسا جہاد کبھی فرض نہیں ہوا اور نہ ہے۔ قرآن کریم میں ہے "لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا" (البقرۃ) کہ اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

جہاد کی قسمیں

جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ شرعاً جہاد کی تین قسمیں ہیں (۱) "جہاد بالنفس" یعنی جان کی قربانی (۲) جہاد بالمال یعنی مال کی قربانی (۳) جہاد باللسان والقلم زبان و قلم سے جہاد کرنا چنانچہ حدیث شریف میں ہے "افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر (طبرانی ۳۲۷/۸ ترغیب ۲۲۵/۳) کہ بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے "افضل الجہاد کلمۃ حکمۃ عند امام جائر" (جوامع ۳۴ ۷ داری ۳۳۴۳) کہ بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے دانائی کی بات کرنا ہے۔ نیز ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں پھر بھی یاد دہانی کراتے ہیں۔

کہ جہاد بھی بقدر استطاعت فرض ہے استطاعت سے بڑھ کر نہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے "لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا" کہ اللہ کسی کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اپنے ملک میں رہتے ہوئے اور اس کے قواعد و ضوابط کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے اور دوسروں کے ساتھ امن و امان اور عافیت و سلامتی کی فضا قائم رکھ کر جس قدر ممکن ہو دین کا کام اور معاشرہ کی اصلاح و خدمت کرنا جہاد ہے یہ ہرگز جہاد نہیں ہے

کہ ملک کے قانون اور قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے اور دوسروں کے امن وسکون کو برباد کر کے کوئی بزعم خویش دین کے نام پر ایسا کام کرنا شروع کر دے جس کی اسلام اور ملک کے قوانین اجازت نہ دیتے ہوں۔ بلاشبہ ایسا کرنا دین کے نام پر فساد پھیلانا ہے جس کی اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا بلکہ اسلامی قوانین اور ملک کے قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کر کے امن وامان اور عافیت وسلامتی کی فضاء کو برباد کرنا جس کے نتیجے میں جیلوں میں جانا پڑے ملک بدر ہونا پڑے یہاں تک کہ اپنی اور اپنے بچوں کی جان تک کو خطرہ لاحق ہو جائے ہرگز ہرگز جائز نہیں اور نہ یہ جہاد ہے ایسا کرنا اپنے ہاتھوں خطرہ مول لینا ہے جس کی قرآن کریم میں ممانعت فرمائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لا تلقوا بایدیکم الی التھلکة" (البقرة۔۱۹۵) کہ اپنے ہاتھوں ہلاکت مول نہ لو اور فقہ کی مشہور کتابوں درمختار و فتاوی شامی میں ہے

"وشرط وجوبه القدرة على السلاح اى على القتال وملك الزاد والراحلة والا سقط الوجوب لان الطاعة بقدر الاستطاعة فان علم انه اذا حارب قتل وان لم يحارب اسر لم يلزمه القتال" (درمختار مع شامی ۱۲۷/۴) یعنی جہاد کے واجب ہونے کی شرط یہ ہے کہ دشمن سے لڑنے کی قوت ہو اور مالی وسائل ہوں اور سواریاں بھی ہوں ورنہ جہاد فرض نہیں کیونکہ دین کا کام اتنا ہی فرض ہے جس کی طاقت ہو اگر معلوم ہو کہ دشمن سے لڑے گا تو مارا جائے گا اور اگر نہیں لڑے گا تو قید کیا جائے گا تو اس پر لڑنا لازم نہیں۔"

۱۱ ستمبر کا حملہ

بلاشبہ ۱۱ ستمبر کے حملے جو امریکہ کے پرامن شہریوں پر ہوئے یہ ہرگز اسلامی فدائی

حملے نہیں اسلام اس طرح کے حملوں کی ہرگز اجازت نہیں دیتا ہمیں یقین ہے کہ یہ حملے کسی مسلمان نے نہیں کیئے بلکہ یہ ایسے عناصر کی سازش ہے جو مسلمانوں اور امریکہ اور مسلمان اور عیسائی بھائیوں کے درمیان بڑھتے ہوئے تعلقات کو برداشت نہ کر سکے۔

اسلام ہر انسان کے لئے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم امن وسلامتی اور عافیت وہمدردی کا سبق دیتا ہے کسی ایک انسان کے ناحق قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے "من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا" (المائدہ۔۳۲) کہ "جس نے جان کے بدلے جان یا فساد کے مرتکب ہونے والے کے علاوہ کسی کو قتل کیا گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا" اس میں واضح ہوگیا کہ اسلام میں اس شخص کا قتل جائز ہے جس نے کسی کو ناحق قتل کیا ہو یا وہ زمین پر فساد پھیلا رہا ہو اور باز نہ آرہا ہو یا اسلام سے مرتد ہو گیا ہو اور توبہ کرنے پر تیار نہ ہو یا شادی شدہ ہو کر زنا کا مرتکب ہو جس زنا پر چار معتبر گواہ ہوں یا اس کے اپنے اقرار سے ثابت ہو یاد رہے کہ قتل تو بڑی چیز ہے اسلام میں تو ہاتھ سے بلکہ زبان سے بھی کسی انسان کو خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہو تکلیف پہنچانا جائز نہیں ہے۔

حکمت عملی

جہاد خواہ کوئی ہو اس میں حکمت عملی نہایت ضروری ہے اور بالخصوص زبان وقلم سے جہاد میں حکمت عملی ایسی ہونی چاہیے کہ لوگ اس سے متاثر ہو کر اسلام کی طرف مائل ہو جائیں میٹھی زبان میٹھا لب ولہجہ حسن اخلاق رحمدلی اور ہمدردی کا پہلو غالب رہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والمو

عظة الحسنة وجادلهم بالتي هي احسن" (النحل ۱۲۵پ۱۴) اسکا ترجمہ وتفصیل ہم پہلے عرض کرچکے ہیں۔

کیا امریکہ اور برطانیہ دار الحرب ہیں؟

ہمیں افسوس ہے کہ غلط فتوے دے کر داخلی اور خارجی لحاظ سے عالمی سطح پر اسلام کو بدنام کیا جارہا ہے اور مسلمانوں کے لیے بھی مشکلات پیدا کی جارہی ہیں ۔ چنانچہ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۷ نومبر ۲۰۰۱ء میں ایک مولانا کا انٹرویو شائع ہوا اس میں انہوں نے فرمایا کہ (۱) امریکہ دار الحرب ہے لیکن وہ بھول گئے کہ اسلامی نکتہ نظر سے تو دار الحرب وہ ہوتا ہے جہاں مسلمانوں کو بحیثیت مسلمان رہنے کی اجازت نہیں ہوتی وہ اعلانیہ کلمہ اور نماز نہیں پڑھ سکتا حج کو نہیں جاسکتا۔ جبکہ امریکہ اور برطانیہ اور یورپ جاپان ساؤتھ افریقہ وغیرہ غیر مسلم ملکوں میں ایسا نہیں ہے بلکہ فقہاء کی تحقیق میں تو امریکہ، جاپان، چائنہ، ہندوستان، برطانیہ اور یورپ وغیرہ ہرگز دار الحرب نہیں ہیں بلکہ یہ ملک دار الاسلام ہیں ''دار الامن'' ہیں کیونکہ وہاں مسلمان امن وامان سے رہتے ہیں، نمازیں پڑھتے، اذانیں دیتے، حج کو جاتے اور تبلیغیں کرتے ہیں ایسے ملکوں کو اسلامی فقہ میں دار الاسلام کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہاں مسلمانوں کو امن وسلامتی اور تحفظ حاصل ہے۔ اور یہ ممالک بغیر تمیز مذہب کے سب کو شہریت دیتے ہیں اور تنگ نظر نہیں ہیں اور بعض عرب ممالک سے اس معاملے میں زیادہ ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ پانچ سال میں شہریت دیتے ہیں۔

چنانچہ فتاوٰی درمختار میں ہے ''ودار الحرب تصير دار الاسلام بجرا

احکام اہل الاسلام کجمعة وعید" (درمختار مع الشامی ۴/۱۷۰) کہ دارالحرب، (کافروں کا ملک) بعض اسلامی احکام کے اعلانیہ جاری ہونے سے جیسے نماز جمعہ وعید کا اعلانیہ پڑھا جانا دارالاسلام ہو جاتا ہے (بحکم الاسلام یعلو ولا یعلی) کہ ایسے ملکوں کو دارالحرب کی بجائے دارالاسلام ہی کہا جائے گا۔

ہجرت

اس کے بعد مولانا موصوف کا امریکہ وانگلینڈ کے مسلمانوں کو وہاں سے ہجرت کرنے کا مشورہ دینا بھی درست نہ ہوا۔ یہ حضرت اس بات کو نہیں سمجھتے کہ لاکھوں مسلمان امریکہ وبرطانیہ اور یورپی ممالک میں بس رہے ہیں ان کو وہاں دوسرے باشندوں کی طرح جان ومال، عزت وآبرو کا مکمل تحفظ حاصل ہے وہ وہاں سے کما کما کر پاکستان میں بھیج رہے ہیں اگر یہ لاکھوں مسلمان جن میں انجینئرز ہیں طلبا ہیں تاجر ہیں کاریگر ہیں مزدور ہیں، ڈاکٹر ہیں واپس آجائیں تو کیا ہمارا ملک ان کا بوجھ اٹھانے کے قابل ہے اور کیا ان کے ذریعے حاصل ہونے والا زرمبادلہ ختم ہو کر ہمارے ملک کی اقتصادی حالت کی بربادی کا سبب نہ بنے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ امریکہ اور برطانیہ اور دیگر یورپی ملکوں میں ایسا اچھا سلوک کیا جاتا ہے کہ ایسا سلوک تو ہمارے عرب بھائی سعودی عرب وعرب امارات والے بھی نہیں کرتے۔ عرب ملکوں میں تو کوئی مسلمان نہ تو جائداد خرید سکتا ہے نہ آزادی سے کاروبار کر سکتا ہے اور نہ ہی اسے وہاں کی شہریت مل سکتی ہے اگرچہ وہ وہاں سو سال بھی رہ جائے لیکن

عظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن" (النحل ۱۲۵پ۱۴) اسکا ترجمہ وتفصیل ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔

کیا امریکہ اور برطانیہ دار الحرب ہیں؟

ہمیں افسوس ہے کہ غلط فتوے دے کر داخلی اور خارجی لحاظ سے عالمی سطح پر اسلام کو بدنام کیا جا رہا ہے اور مسلمانوں کے لیے بھی مشکلات پیدا کی جارہی ہیں ۔ چنانچہ روزنامہ نوائے وقت لاہور ے نومبر ۲۰۰۱ء میں ایک مولانا کا انٹرویو شائع ہوا اس میں انہوں نے فرمایا کہ (۱) امریکہ دار الحرب ہے لیکن وہ بھول گئے کہ اسلامی نکتہ نظر سے تو دار الحرب وہ ہوتا ہے جہاں مسلمانوں کو بحیثیت مسلمان رہنے کی اجازت نہیں ہوتی وہ اعلانیہ کلمہ اور نماز نہیں پڑھ سکتا حج کو نہیں جا سکتا۔ جبکہ امریکہ اور برطانیہ اور یورپ جاپان ساؤتھ افریقہ وغیرہ غیر مسلم ملکوں میں ایسا نہیں ہے بلکہ فقہاء کی تحقیق میں تو امریکہ، جاپان، چائنہ، ہندوستان، برطانیہ اور یورپ وغیرہ ہرگز دار الحرب نہیں ہیں بلکہ یہ ملک دار الاسلام ہیں ''دار الامن'' ہیں کیونکہ وہاں مسلمان امن وامان سے رہتے ہیں، نمازیں پڑھتے ، اذانیں دیتے، حج کو جاتے اور تبلیغیں کرتے ہیں ایسے ملکوں کو اسلامی فقہ میں دار الاسلام کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہاں مسلمانوں کو امن وسلامتی اور تحفظ حاصل ہے۔ اور یہ ممالک بغیر تمیز مذہب کے سب کو شہریت دیتے ہیں اور تنگ نظر نہیں ہیں اور بعض عرب ممالک سے اس معاملے میں زیادہ ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ پانچ سال میں شہریت دیتے ہیں۔

چنانچہ فتاویٰ درمختار میں ہے "ودار الحرب تصیر دار الاسلام بجرا

،احکام اھل الاسلام کجمعة وعید" (درمختار مع الشامی ۴۰۴/۱) کہ دارالحرب ،(کافروں کا ملک) بعض اسلامی احکام کے اعلانیہ جاری ہونے سے جیسے نماز جمعہ وعید کا اعلانیہ پڑھاجانا دارالاسلام ہوجاتا ہے (بحکم الاسلام یعلو ولا یعلی) کہ ایسے ملکوں کو دارالحرب کی بجائے دارالاسلام ہی کہا جائے گا۔

ہجرت

اس کے بعد مولانا موصوف کا امریکہ وانگلینڈ کے مسلمانوں کو وہاں سے ہجرت کرنے کا مشورہ دینا بھی درست نہ ہوا۔ یہ حضرت اس بات کو نہیں سمجھتے کہ لاکھوں مسلمان امریکہ وبرطانیہ اور یورپی ممالک میں بس رہے ہیں ان کو وہاں دوسرے باشندوں کی طرح جان ومال ،عزت وآبرو کا مکمل تحفظ حاصل ہے وہ وہاں سے کما کما کر پاکستان میں بھیج رہے ہیں اگر یہ لاکھوں مسلمان جن میں انجینئرز ہیں طلبا ہیں تاجر ہیں کاریگر ہیں مزدور ہیں ، ڈاکٹر ہیں واپس آجائیں تو کیا ہمارا ملک ان کا بوجھ اٹھانے کے قابل ہے اور کیا ان کے ذریعے حاصل ہونے والا زرمبادلہ ختم ہوکر ہمارے ملک کی اقتصادی حالت کی بربادی کا سبب نہ بنے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ امریکہ اور برطانیہ اور دیگر یورپی ملکوں میں ایسا اچھا سلوک کیا جاتا ہے کہ ایسا سلوک تو ہمارے عرب بھائی سعودی عرب وعرب امارات والے بھی نہیں کرتے۔ عرب ملکوں میں تو کوئی مسلمان نہ تو جائداد خرید سکتا ہے نہ آزادی سے کاروبار کرسکتا ہے اور نہ ہی اسے وہاں کی شہریت مل سکتی ہے اگرچہ وہ وہاں سو سال بھی رہ جائے لیکن

امریکہ و برطانیہ اور یورپ کے ملکوں میں مسلمان جائدادیں خریدتے ہیں، آزادی سے کاروبار کرتے ہیں چار سال گزار کر وہاں کی نیشنیلٹی تک حاصل کر لیتے ہیں جبکہ یہی حکم اسلام کا بھی ہے کہ جو شخص کسی ملک میں چار سال رہے وہ وہاں کا باشندہ سمجھا جائے گا اور اس جنسیت (شہریت) حاصل کرنے کا حق ہوگا۔ یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ اس قدر سہولتوں کے باوجود ان ملکوں کو دارالحرب ٹھہرایا جائے پھر یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ امریکہ اور برطانیہ اور اسی طرح یورپ میں تبلیغ اسلام کی کھلی اجازت ہے بلکہ وہاں علماء و مشائخ کی اس قدر عزت کی جاتی ہے کہ اس قدر عزت تو باہر سے جانے والے علماء و مشائخ کی سعودی عرب و عرب امارات ایسے عرب ملکوں میں بھی نہیں کی جاتی۔ ہم عرب ممالک میں جاتے ہیں تو ہمارے ساتھ عامیانہ سلوک بلکہ گھٹیا روا رکھا جاتا ہے، بلکہ تنگ کیا جاتا ہے اور سامان کی بری طرح تلاشی لی جاتی ہے اور؟ ہمارے عرب بھائی ہمارے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا اپنے وقار کے خلاف سمجھتے ہیں لیکن اس کے برعکس امریکہ و برطانیہ اور یورپی ملکوں میں جب ہم جاتے ہیں ہمیں وہاں اس قدر عزت دی جاتی ہے کہ ہماری سفری تھکاوٹ بھی اتر جاتی ہے وہ ہم سے مسکرا کر بات کرتے ہیں ہمارے سامان تک کی تلاشی لینا پسند نہیں کرتے یہ سب کچھ ہمارے دینی شخصیت ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے ایسے ملکوں کو دارالحرب قرار دینا اور ان پر حملوں کو دہشت گردی قرار دینے کی بجائے رد عمل ٹھہرانا درحقیقت نادانی ہے بلکہ ناشکری اور سراسر غلط ہے۔

اچھے تعلقات

ہمیں تو چاہیے کہ ہم ان ملکوں کو اپنے لئے غنیمت سمجھیں، ان کی قدر کریں اور ان سے دشمنی مول لینے کی بجائے ان سے دوستی کریں، یہ ملک مذہب کے لحاظ سے ہمارے زیادہ قریب ہیں دیکھئے خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

"ولتجدن اشد الناس عداوۃ للذین امنوا الیھود والذین اشرکوا ولتجدن اقربھم مودۃ للذین آمنو الذین قالوا انانصاری" (المائدہ ۸۲پ ۶) (اے نبی حبیب ﷺ) تم ان لوگوں کو جو یہودی اور مشرکین ہیں مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن پاؤ گے۔ اور آپ ضرور ان لوگوں کو جو کہتے ہم عیسائی ہیں محبت میں مسلمانوں کے زیادہ قریب پاؤ گے دیکھئے اللہ تعالیٰ ان امریکہ، برطانیہ اور یورپ کی عیسائی دنیا کو محبت میں مسلمانوں کے زیادہ قریب کہہ رہا ہے لہذا ہمارا عمل اس کے برعکس نہیں ہونا چاہیے ہمیں ان سے دوستی کا جواب دوستی کی صورت میں دینا چاہیے مخالفت اور دشمنی کی صورت میں نہیں۔ ہم قرآن کا صحیح مطالعہ کریں اور اس کی تعلیمات اور حکمت عملی کو اختیار کریں تو ان ملکوں کے باشندے اسلام کی آغوش کی طرف بڑھتے نظر آئیں گے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان ملکوں میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔ لہذا ہمیں ان ملکوں کی طرف زیادہ توجہ دینا اور ان سے دوستی کو بڑھانا اور مضبوط کرنا چاہیے۔

میں آخر میں حکومت پاکستان کی طرف سے دوستی کا ہاتھ مزید آگے بڑھانے کی پالیسی کو ملک وملت کی سلامتی وحفاظت کے لئے بالکل مناسب سمجھتا اور تائید کرتا

ہوں تاہم افغانستان میں طالبان اور ان کے ساتھیوں اور عوام کے بہائے گئے خون کی مذمت کرتا ہوں۔ اسی طرح امریکہ اور برطانیہ کے بغداد پر حملہ کو بھی انسانیت کے ساتھ بہت بڑا ظلم قرار دیتا ہوں لیکن اس میں امریکہ وغیرہ کے عوام کا نہیں حکمرانوں کا قصور ہے کہ انہوں نے اپنے عوام کے آگے جھوٹ بول کر اور ان کو دھوکے میں رکھ کر افغانستان اور بغداد پر حملوں کا جواز پیدا کیا ہے۔

حضور ﷺ پر اور آپ ﷺ کے ساتھیوں پر ہونے والے مظالم

اب ہم اسلامی جہاد کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالتے ہیں جو مسلمانوں نے مشرکین مکہ کے خلاف لڑا۔ وہ یہ ہے کہ ہمارے پیارے نبی اور خدا کے رسول حضرت محمد ﷺ اور آپ پر ایمان لانے والے ساتھیوں پر اللہ کی توحید کی محض زبانی تبلیغ کرنے کیوجہ سے کفار ومشرکین مکہ نے جو ظلم کئے اس کی وجہ سے انہیں اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین اور کفار مکہ سے جہاد کرنے کا حکم دیا اس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں

۱۔ حضور ﷺ نے جب دعوت عام شروع کی تو کفار مکہ نے پہلے تو آپ کے چچا ابو طالب سے آپ کی شکایات کیں اور آپ کو اللہ کی توحید کی تبلیغ سے روکنے کو کہا اور دھمکی دی کہ اگر وہ باز نہ آئے تو ہم ان کے خلاف جنگ کریں گے۔

۲۔ آپ ﷺ کے متعلق لوگوں میں غلط باتیں مشہور کیں کبھی آپ کو جادوگر کہا تو کبھی مجنون (العیاذ باللہ)۔ اور کبھی شاعر اور کبھی کاہن۔ غرض یہ کہ آپ پر طرح طرح کے جھوٹے الزامات لگائے آپ کے خلاف جھوٹا پراپیگنڈہ کیا۔

۳۔ آپ دین کی دعوت دیتے تو آپ کا سگا چچا (ابولہب) آپ کی مخالفت کرتا اور آپ پر مٹی پھینکتا ہوتا۔ اسی طرح اسکی بیوی بھی آپ کی مخالفت کرتی اور بدزبانی کرتی اور آپ کو برا بھلا کہتی۔

۴۔ عقبہ بن ابی معیط جو آپ کا پڑوسی بھی تھا وہ غلاظت وگندگی جمع کر کے حضور ﷺ کے دروازے پر پھینک دیا کرتا تھا۔

۵۔ اسی عقبہ نے ایک روز حضور ﷺ کے رخ روشن پر تھوکنے کی گستاخی کی کوشش بھی کی۔

۶۔ ایک روز عقبہ بن ابی معیط نے کیا کیا کہ حضور ﷺ نماز پڑھتے ہوئے جب سجدہ ریز ہوئے تو اس نے اونٹ کی اوجڑی حضور کی گردن مبارک پر ڈال دی۔

۷۔ اسی عقبہ بن ابی معیط نے ایک روز جبکہ حضور ﷺ حرم شریف میں نماز پڑھ رہے تھے اپنی چادر حضور ﷺ کی گردن مبارک میں ڈال دی اور اسے بل دینے شروع کیے اور اس کو زور سے کھینچا جس سے حضور ﷺ کا دم گھٹنے لگا۔

۸۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضور ﷺ طواف کعبہ فرما رہے تھے اور وہاں قریش کے روساء وامراء موجود تھے جب حضور ﷺ طواف فرماتے ہوئے ان کے پاس سے گزرتے وہ حضور ﷺ پر پھبتیاں کستے، آپ کا مذاق اڑاتے اور آپ کی شان اقدس میں نازیبا جملے کہتے تھے۔

۹۔ ایک مرتبہ کئی روساء قریش نے حضور ﷺ کو راستہ میں روکا اور طرح طرح کی نازیبا باتیں سنانے لگے اس دوران ایک نے حضور ﷺ کی چادر کے پلو پکڑ لیے اور آپ کو دبانے لگا۔

۱۰۔ حضور جب لوگوں کو قرآن مجید سناتے تو وہ لوگ تالیاں پیٹ پیٹ کر اور سیٹیاں بجا بجا کر اس قدر شور کرتے کہ کوئی قرآن نہ سن پاتا۔

۱۱۔ کفار نے حضور ﷺ کو اذیت پہنچانے کی ایک اور شکل نکالی کہ آپ کی دو بیٹیوں کو طلاق دلوائی جو ابولہب کے دو بیٹوں کے نکاح میں تھیں۔ جو کہ آپ کے لئے ایک بہت بڑا صدمہ تھا۔ (اس وقت تک مشرکین مردوں سے مسلمان عورتوں کے نکاح کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا)۔

۱۲۔ آپ کی راہوں میں کانٹے بچھائے گئے آپ پر پتھر برسائے گئے حتیٰ کہ آپ کو لہولہان کر دیا گیا۔

۱۳۔ اور آخر میں کھانا بند کیا گیا پانی بند کیا گیا زندگی کے تمام ذرائع روکے گئے آپ کو پورے تین سال تک ابی طالب کی گھاٹی میں اسی طرح رہنے پر مجبور کیا گیا۔

آپ ﷺ کے ساتھیوں پر ظلم و ستم

اسی طرح آپ کے اوپر ایمان لانے والوں کے ساتھ بھی برے سلوک کئے گئے اور ان پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے گئے۔

۱۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے حرم شریف میں بلند آواز سے تلاوت کی تو کافروں نے آپ کو اس قدر مارا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور بہت دیر کے بعد آپ کو ہوش آیا۔

۲۔ عثمان غنیؓ کے قبول اسلام پر ان کے چچا ان کو کچے چمڑے میں لپیٹ کر رسیوں سے باندھ کر دھوپ میں ڈال دیتے۔ کچے چمڑے کی یہ بو اور اس پر عرب کی دھوپ کیا آپ حضرت عثمان غنیؓ کی تکلیف کا اندازہ لگا سکتے ہیں؟۔

۳۔ حضرت سعدؓ نے جب اسلام قبول کیا تو سب نے مخالفت کی ان کو ایک عجیب آزمائش سے گزرنا پڑا کہ ماں نے بھوک ہڑتال کر دی نہ کھاتی نہ پیتی بلکہ دھوپ میں پڑی رہتی کہ شاید میری یہ حالت دیکھ کر میری کمزوری دیکھ کر اسکا دل بدل جائے اور وہ دین حق کو چھوڑ دے لیکن حضرت سعدؓ نے جوابا عرض کیا کہ ماں تیری سو (100) جانیں بھی ہوں اور راہ خدا میں قربان ہو جائیں تو بھی بخدا میں اپنا دین نہ چھوڑوں گا۔

۴۔ حضرت بلالؓ مکہ کے مشہور کافر امیہ بن خلف کے غلام تھے اس کو جب معلوم ہوا کہ بلالؓ مسلمان ہو گیا ہے تو اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ بلال کو سخت ترین سزا دے گا تا کہ وہ دین سے پھر جائے وہ بلال کے گلے میں رسی ڈال کر ان کو آوارہ لڑکوں کے ہاتھوں میں پکڑا دیتا وہ ان کا مذاق اڑاتے اور گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے امیہ ان کو بھوکا پیاسا رکھتا پھر دوپہر کے وقت جب دھوپ خوب چمک رہی ہوتی تو وہ ان کو اس میں ننگے بدن لیٹا دیتا پھر نہایت گرم بھاری پتھر ان کی چھاتی پر رکھ دیتا مگر وہ ''اَحَدٌ اَحَدٌ'' کے نعرے لگاتے۔ یعنی خدا ایک ہے خدا ایک ہے

۵۔ حضرت زنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مشرک کی کنیز تھیں۔ وہ اسلام لائیں تو ان کے بے رحم مالک نے ان پر ظلم و تشدد کی انتہا کر دی یہاں تک کہ ان کی آنکھوں کی بینائی ختم ہو گئی۔

۶۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کو آگ سے عذاب دیا جاتا تھا۔

۷۔ حضرت خباب بن الارتؓ کی مالکہ بے حد سنگ دل تھی جب وہ اسلام

لاتے تو وہ لوہے کا ایک ٹکڑا بھٹی میں سے گرم کرتی جب وہ سرخ ہو جاتا تو اسے چمٹے سے اٹھا کر حضرت خبابؓ کے سر پر رکھ دیتی اس سے جو اذیت اور تکلیف ان کو پہنچتی ہو گی اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ حضرت خبابؓ اپنی داستان الم یوں بیان کرتے ہیں۔

''میں نے ایک روز دیکھا کہ کفار نے میرے لئے آگ بھڑکائی اور مجھے زمین پر لٹا دیا اس کے انگارے میری پشت پر رکھے ان کی تپش سے میری چربی پگھلی اور اس سے یہ انگارے بجھے۔ ان حالات سے اور ان واقعات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو کس قدر مشکلات کا سامنا تھا کفار کے دلوں میں کس قدر نفرت وحقارت وعداوت بھری ہوئی تھی اور وہ مسلمانوں کو تکلیف وایذاء پہنچانے میں کوئی کمی نہ کرتے تھے۔ چنانچہ ان حالات میں بھی مسلمانوں نے ان کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی بلکہ ہجرت کر گئے لیکن کفار اپنی سازشوں سے کبھی باز نہ آئے یہاں تک کہ ہجرت کے بعد بھی انہوں نے حضرت محمد ﷺ اور مسلمانوں کو کوئی نہ کوئی تکلیف اور دکھ دینے کی سکیم تیار کر رکھی ہوتی تھی چنانچہ کفار مکہ نے مدینہ منورہ پر بھی حملے کیے اور حضرت محمد رسول خدا ﷺ کو اور مسلمانوں کو وہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔

باوجود ان حقائق کے بعض غیر مسلم مفکرین کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اور مسلمانان اسلام نے لوگوں کو زبردستی مسلمان بنایا ہے اور یہ کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہے یہ تصور کسقدر غلط ہے۔ جبکہ قرآن کریم میں واضح حکم موجود ہے "لا اکراہ فی الدین" کہ کسی کو زبردستی مسلمان نہ بناؤ

جہاد

البتہ زبانی تبلیغ اور قلم کی تحریر کے ذریعے لوگوں کو سچائی کی طرف آنے کی دعوت دینے کی کوشش کرنا تو ہر ایک کا حق ہے۔ جبکہ لفظ جہاد "جہد" سے بنا ہے جس کا معنی ہے کسی کام کو پوری طاقت اور پوری کوشش کے ساتھ انجام دینا۔ ہم نے امام راغب کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جہاد کی تین قسمیں ہیں، زبان سے، قلم سے، اور ہاتھ یا ہتھیار سے اس تیسرے ہتھیار سے جہاد کو قتال بھی کہا جاتا ہے۔ قتال تو اسلام میں بطور دفاع اور تحفظ جان و مال اور عزت و آبرو کے کیا جاتا ہے۔

تاریخ جہاد

جہاد کی تاریخ پرانی ہے حضرت محمد ﷺ سے پہلے پیغمبروں کو بھی جہاد کا حکم ہوا تھا۔ یہاں تک کہ اگر تلوار سے کام لینے کی ضرورت پڑی تو ان کو تلوار سے بھی کام لینے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا۔ جس کا ثبوت بائبل سے بھی ملتا ہے۔

فلسفہ جہاد

اس سے پہلے کہ تلوار سے جہاد کا ثبوت ہم بائبل سے پیش کریں جہاد کا کچھ فلسفہ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ بلاشبہ تمام پیغمبروں کا دین اسلام تھا۔ اور اسلام کی بنیاد ایک اللہ کی عبادت کرنا اور اسی کی لوگوں کو دعوت دینا ہے کیونکہ بہ اتفاق قرآن و بائبل یہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب اللہ نے بنائے۔ اس پر تمام اہل کتاب و مسلمانوں اور مشرک بت پرستوں کا بھی اتفاق ہے کہ آسمان و زمین کا اور ہمارا

بلکہ ساری مخلوق کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ

''اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ''

(الاعراف ۵۴)

بے شک تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا

۲۔ دوسری جگہ ہے کہ (ترجمہ) تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کیا (الفرقان ۵۹۔ السجدہ ۴۔ ق ۳۸)۔

اسی طرح بائبل کے خروج باب ۳۱ آیت نمبر ۱۷ میں ہے۔

۱۔ چھ دن میں خداوند نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ (صفحہ نمبر ۱۰۴)۔

۲۔ اسی خروج کے باب ۲۰ آیت نمبر ۱۱ میں ہے۔ خدا نے چھ دن میں آسمان اور زمین اور سمندر اور سب کچھ جو اس میں ہے بنایا (خروج صفحہ ۸۹)

اور جتنے بت پرست ہیں وہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ ہی نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ اگر تم ان مشرکوں سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے پیدا کیا۔ (سورہ عنکبوت ۶۳)

عبادت

جب اللہ ہی تمام کائنات کا خالق ہے تو عبادت اور پوجا بھی اسی کی ہی کی جانی چاہیے۔ لہٰذا تمام پیغمبروں کا یہی دین ہے جو وہ اللہ سے لے کر آئے کہ اللہ ہی اس بات کا حقدار ہے کہ اسی کی عبادت اور اسی کی پوجا کی جائے اس کے سوا کسی کی عبادت

نہ کی جائے وہی اکیلا معبود ہے وہی ایک خدا ہے اور وہی اکیلا عبادت کا مستحق ہے بتوں اور مورتیوں کی عبادت نہ کی جائے کیونکہ وہی خالق ہے لہذا وہی ایک عبادت کا حقدار ہے قرآن کی یہی تعلیم ہے اور بائبل کی بھی یہی تعلیم ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔

ا۔"واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا اللہ" (البقرۃ ۸۳)

ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔

قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا ہے کہ

۲۔"قال لبنیہ ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الھک والہ اباء ک ابراھیم واسماعیل واسحاق الھا واحدا" (البقرۃ ۱۳۳)

حضرت یعقوب نے مرنے سے پہلے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ سب نے کہا ہم تیرے خدا کی اور تیرے باپ دادا ابراہیم واسماعیل اور اسحاق کے خدا کی جو کہ ایک خدا ہے ہم سب اسی ایک خدا کی عبادت کریں گے (البقرہ ۱۴۰)۔

۳ تیسری جگہ فرمایا کہ:

"الھکم الہ واحد" (البقرہ ۱۶۳) کہ تم سب کا خدا ایک خدا ہے

۴۔"ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء" (النساء ۴۸)

بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور وہ اس کے سوا جسے چاہے اسے بخش دے۔

۵۔ "ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین" (الزمر ۶۵)

اور (اے محمد ﷺ) تیری طرف اور جو پیغمبر تجھ سے پہلے ہوئے ان کی طرف ضرور وحی کی گئی کہ (لوگوں میں سے ہر شخص کو کہہ دو کہ) اگر تم نے شرک کیا تو تمہاری نیکیاں ضرور ضائع ہو جائیں گی اور ضرور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

۶۔ "واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا" (النساء ۳۹)

اور (اے لوگو) تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

۷۔ "انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ" (المائدہ ۷۲)

بے شک جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی۔

بائبل

جیسا کہ ہم نے عرض کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب پیغمبروں کا بھی یہی دین رہا ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے بتوں اور مورتیوں کو نہ پوجا جائے چنانچہ بائبل میں ہے ا۔ تکوین کے باب ۳۵ آیت ۱۱ میں ہے "پھر خدا نے کہا میں قادر مطلق ہوں" (ص ۴۳)۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو قادر مطلق کہا ہے یعنی وہی قادر مطلق (سب سے بڑی قدرت والا) ہے لہذا عبادت اسی کی کی جائے جو قادر مطلق ہو۔ اس کی عبادت نہ کی جائے جو قادر مطلق نہ ہو یا سرے سے قدرت ہی نہ رکھتا ہو۔ اسی لئے بائبل میں بتوں کی پوجا سے منع کیا گیا بلکہ ان کو باہر نکال پھینکنے کا حکم دیا گیا۔ ملاحظہ ہو

۲۔ چنانچہ اسی تکوین کے باب ۳۵ آیت ۲ میں ہے۔ ''یعقوب نے اپنے گھرانے اور اپنے سب ہمراہیوں سے کہا کہ بیگانے بتوں کو جو تمہارے درمیان ہیں نکال پھینکو اور پاک ہو جاؤ اپنے کپڑے بدل دو'' (صفحہ نمبر ۴۳)

۳۔ اسی تکوین آیت نمبر ۴ میں ہے۔ ''تب انہوں نے سارے بتوں کو جو ان کے پاس تھے یعقوب کو دے دیا اور یعقوب نے ان بتوں کو زمین میں دبا دیا'' (صفحہ نمبر ۴۳)۔

۴۔ اللہ تعالیٰ بے مثل ہے اسکی کوئی مانند و مثال نہیں ہے۔ قرآن کی سورہ اخلاص میں یہی ہے اور بائبل کے خروج باب ۸ آیت ۱۱ میں ہے۔ ہمارے خداوند خدا کے مانند کوئی نہیں (صفحہ نمبر ۷)

۵۔ خروج باب ۲۰ آیت ۲۔۳۔۴۔۵ میں ہے۔ میں تیرا خداوند تیرا خدا ہوں جو تجھ کو ملک مصر یعنی جائے غلامی سے نکال لایا تیرے لئے میرے حضور کوئی دوسرا معبود نہ ہو تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی چیز یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین میں یا زمین کے نیچے کے پانی میں ہے مت بنا تو ان کو سجدہ نہ کرنا نہ ان کی خدمت کرنا کیونکہ میں خداوند تیرا خدا خدائے غیور ہوں۔ (بائبل صفحہ نمبر ۸۹)

۶۔ اسی طرح استثناء یا تثنیہ کے باب ۳۲ آیت ۳۹ میں ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں (بائبل صفحہ نمبر ۲۵۰)

۷۔ بائبل میں یعقوب کے باب ۲ آیت ۱۹ میں ہے۔ ''تو اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ خدا ایک ہی ہے'' (صفحہ نمبر ۳۰۶)

۸۔ اسی طرح بائبل میں غلاطیوں یا گلتیوں کے نام خط کے باب ۳ آیت ۲۱ میں ہے ''خدا ایک ہی ہے'' (صفحہ ۲۵۰)

۹۔ بائبل میں افسیوں کے باب ۴ کی آیت ۶ میں ہے۔ ''ایک ہی خداوند ہے ایک ہی ایمان ہے'' (صفحہ نمبر ۲۵۵)۔

۱۰۔ خروج باب ۲۳ آیت نمبر ۲۲ تا ۳۳ میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا'' کہ میں تیرے دشمنوں کا دشمن ہوں گا۔ تیرے تنگ کرنے والوں کو تنگ کروں گا اور میں ان کو ہلاک کروں گا تو ان کے معبودوں کو سجدہ نہ کرنا نہ انکی خدمت کرنا نہ ان کے کاموں سے کام کرنا۔ بلکہ تو ان کو ہلاک کرنا ان کے ستونوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالنا ۔تم خداوند اپنے خدا کی عبادت کرنا وہ تیرے روٹی اور تیرے پانی کو برکت دے گا۔ اور میں تیرے آگے اپنی دہشت بھیجوں گا۔ میں ان قوموں کو جن کی طرف تو جائے گا ہلاک کردونگا۔ اور ایسا کروں گا کہ تیرے سب دشمن تیرے سامنے پیٹھ پھیر دیں گے۔ میں تیرے دشمنوں حویوں، کنعانیوں، اور حیتوں کو تیرے سامنے سے دفع کروں گا جب تک کہ تو زمین کا وارث نہ ہو اور میں بحر قلزم سے لیکر فلسطین کے

سمندر تک اور بیابان سے لیکر دریا تک تیری حد مقرر کردونگا کیونکہ اس ملک کے رہنے والوں کو تیرے حوالے کردونگا اور تو ان کو اپنے سامنے سے دفع کرے گا تو ان سے اور ان کے معبودوں سے عہد مت باندھنا اور وہ تیرے ملک میں نہ رہیں تا نہ ہو کہ وہ میرے خلاف تجھ سے گناہ کرائیں کہ تو ان کے معبودوں کی بندگی کرے تو یہ تیرے لیے پھندا ہوگا (بائبل ص ۹۴)۔

بائبل کی مندرجہ بالا عبارت کے واضح احکام یہ ہیں۔

۱۔ اللہ کے نبی کے دشمن اللہ کے دشمن۔

۲۔ نبی کو تنگ کرنے والوں کو اللہ تنگ کرتا ہے۔

۳۔ اللہ اپنے نبی کو فرشتوں کے ذریعے بت پرستوں و مشرکوں کے ملک میں داخل کرتا ہے۔

۴۔ وہاں کے بت پرستوں اور مشرکوں کو جو نبی سے لڑیں اللہ تعالیٰ نبی کے ذریعے ہلاک کرتا ہے۔ اور نبی سے نہ لڑیں مگر بت پرستی بھی نہ چھوڑیں ان کو نبی کے ملک سے نکال دیتا ہے۔

۵۔ مشرکوں و بت پرستوں کے بتوں کو سجدہ کرنا منع ہے۔

۶۔ بتوں کی خدمت کرنا منع ہے۔

۷۔ ان کے کاموں سے کام کرنا منع ہے۔

۸۔ بت پرستوں و مشرکوں کو ہلاک کرنے کا حکم (اگر وہ بت پرستی سے باز نہ آئیں)

۹۔ ان کے وہ ستون جن کے سامنے بتوں کی عبادت کی جاتی ان کو توڑنے کا حکم عبادت ایک اللہ کی ہوگی۔

۱۱۔ بت پرستوں اور مشرکوں پر اللہ دہشت اور خوف ڈالتا ہے۔

۱۲۔ جو قوم اللہ کے نبی سے مقابلہ کرتی ہے اللہ اسے ہلاک کرتا ہے۔

۱۳۔ اللہ کے نبی کے دشمن نبی کے آگے آنے کی بجائے پیٹھ دے کر بھاگتے ہیں۔

۱۴۔ اللہ مشرکوں پر عذاب بھیجتا ہے۔

۱۵۔ ان کو دفع کرتا ہے۔

۱۶۔ اللہ مشرکوں و بت پرستوں کو ہلاک کر کے اپنے نبی کو ان کی زمین کا وارث بناتا ہے۔

۱۷۔ اللہ اپنے نبی کے لئے ملک کی حد مقرر کر دیتا ہے۔

۱۸۔ اس ملک کے باشندوں کو نبی کے حوالے کر دیتا ہے۔

۱۹۔ پھر ان کو دفع (ہلاک) کرتا ہے۔

۲۰۔ بتوں کے پجاریوں اور بتوں کے درمیان ہمیشہ کے لئے صلح کے معاہدہ کی اجازت نہیں دیتا۔

یہ بائبل کے احکام ہیں جن کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو عمل کرنے اور مشرکوں و بت پرستوں سے برتاؤ کرنے کا حکم دیا لیکن یقین کیجیے

کہ یہی احکام اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے نبی حضرت محمد ﷺ پر اتارے۔

اسی طرح تثنیہ کے باب ۲۹ آیت نمبر ۱۷ میں ہے۔ اور تم نے انکی مکروہات اور بتوں کو دیکھا جو لکڑی اور پتھر اور چاندی اور سونے کے انکے پاس ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے درمیان کوئی مرد یا عورت یا خاندان یا قبیلہ ایسا ہو کہ آج کے دن اس کا دل خداوند ہی خدا سے برگشتہ ہو کر ان اقوام کے معبود کی بندگی کی طرف جائے خداوند اس کو معاف نہ کرے گا بلکہ خداوند کے غضب اور غیرت کا دھواں اس انسان پر اٹھے گا اور سب لعنتیں جو اس کتاب میں لکھی گئی ہیں اس پر پڑیں گی اور خداوند اس کا نام آسمان کے نیچے سے مٹا دے گا اور سب قومیں کہیں گی کہ خداوند نے اس ملک سے ایسا کیوں کیا؟ اور ایسا بڑا غضب کیوں کیا؟ اور ان سے کہا جائے گا اس لئے کہ انہوں نے اپنے باپ دادا کے عہد کو پورا نہ کیا جو اس نے ان کے ساتھ ان کو ملک مصر سے نکالتے وقت باندھا تھا اور وہ گئے اور اجنبی معبودوں کی بندگی کی اور ان کو سجدہ کیا'' اس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ بت پرستی اور مورتی پرستی سے سخت ناراض ہوتا ہے اور ایسے لوگوں کے خلاف اپنے نبیوں اور فرشتوں کو جہاد کا حکم دیتا ہے۔

اس سے آگے تثنیہ (استثناء) کے باب ۳۰ آیت ۱۷ سے تا۱۹ میں ہے۔

اگر تیرا دل پھر جائے اور تو نہ سنے اور بہکایا جائے اور دوسرے معبودوں کو سجدہ کرے اور ان کی بندگی کرے تو میں تجھے پیش خبری دیتا ہوں کہ تم ضرور ہلاک ہو جاؤ گے اور اس ملک میں مدت تک نہ رہو گے جس میں داخل ہونے کے لئے تم اردن کے پار جاتے ہو تا کہ تم اس کے مالک بنو۔ (بائبل ص ۲۴۶)۔

اس سے واضح کیا جارہا ہے کہ اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کی عبادت کرنے کی اللہ ہرگز اجازت نہیں دیتا بلکہ سخت ناراض ہوتا ہے اور ایسے لوگوں کو اپنے فرشتوں اور نبیوں کے ذریعے اور آسمانی وناگہانی آفتوں کے ذریعے ہلاک وبرباد کردیتا ہے اور ان کا نام ونشان بھی مٹا دیتا ہے۔

اور باب ۳۱ آیت 16 تا 21 ہے یہ بنی اسرائیل (موسیٰ علیہ السلام کے بعد) اجنبی معبودوں کی عبادت کر کے بدکاری کریں گے اور مجھے چھوڑ دیں گے اور میرا عہد توڑ دیں گے اس وقت ان پر میرا غضب بھڑکے گا اور میں انہیں چھوڑ دوں گا اور وہ (دشمن کے ہاتھوں) مار کھا جائیں گے ان پر بہت سی مصیبتیں اور آفتیں پڑیں گی اور یہ اس لئے کہ وہ اجنبی معبودوں کی طرف مائل ہوئے۔ و (بائبل ص ۲۴۷)

بت پرستوں پر تلوار

استثناء کے باب ۳۲ آیت نمبر ۱۶ تا ۲۶ میں ہے کہ بنی اسرائیل۔ کے کچھ لوگوں نے اپنے خالق کو چھوڑ دیا اور اپنی نجات کی چٹان کو حقیر جانا اجنبی معبودوں کے سبب سے اسے (اللہ کو) غیرت دلائی شیطانوں کے گزرانا جو غیر معبود تھے بلکہ ان

دیوتاؤں کے لئے جو غیر معلوم تھے ۔انہوں نے غیر معبودوں سے مجھے (اللہ کو) غیرت دلائی اپنے باطل معبودوں کے باعث مجھے غصہ چڑھایا۔سو میں بھی ان پر آفتیں بھیجوں گا اپنا ہر ایک تیر اُن پر صرف کرونگا۔ تب او ر وبا اور زہریلے کیڑے ان پر چھوڑوں گا۔باہر سے تلوار ان کو تمام کردے گی اور چاردیواری کے اندر دہشت۔(صفحہ نمبر ۲۲۹)

چمکتی تلوار

استثناء کے باب ۳۲ آیت ۳۵ تا ۴۲ میں ہے۔انتقام لینا اور سزا دینا میرا کام ہوگا اللہ ان سے۔کہے گا ان کے معبود کہاں ہیں؟ میں اپنی زندگی کی قسم کھاتا ہوں کہ جب میں چمکتی تلوار تیز کروں گا اور انصاف کے لئے اپنا ہاتھ بڑھاؤں گا اور اپنی تلوار کو ان کا گوشت کھلاؤں گا۔(بائبل ص ۲۰۰)

اس سے واضح ہوا کہ جو لوگ بت پرستی اور اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے اور ان کو سجدہ کرنے سے باز نہیں آتے ان پر اللہ کی تلوار چلتی ہے۔اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ تلوار اپنے نبی اور ان کے ماننے والوں کے ذریعے چلاتا ہے آسمان کے فرشتے تو آکر تلوار نہیں چلاتے یہی جہاد جو پہلے پیغمبروں نے کیا اور اللہ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ اور ان کے ماننے والوں نے اللہ کے حکم سے کیا جیسے پہلے پیغمبروں نے کیا۔

اسی طرح یوشع کے باب ۱ میں ہے آیت نمبر ۱۵ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد یوشع علیہ السلام کو جہاد کا حکم دیا۔

بنی اسرائیل کو جہاد کا حکم

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا ''تمہارے بال بچے اور تمہارے موسی اس ملک میں جو موسیٰ نے تم کو اردن کے اس پار دیا رہیں گے اور تم میں سے مضبوط طاقتور مرد ہتھیار باندھ کر اپنے بھائیوں کے آگے پار چلو اور ان کی مدد کرو۔ جو کوئی تیرے حکم کی مخالفت کرے اور جو کچھ تو اسے حکم دے وہ تیری بات نہ سنے تو وہ قتل کیا جائے''۔
(بائبل ص ۲۵۵)

اس میں نبی کے ساتھیوں بنی اسرائیل کو ہتھیار باندھنے کا حکم دیا گیا ہے یہی جہاد ہے اور نبی کے حکم کی مخالفت کرنے والوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ اللہ غیور ہے وہ اس بات کو ہرگز برداشت نہیں کرتا کہ اس کی زمین پر اس کے غیر کی عبادت یا پوجا کی جائے۔

دین اور تلوار

واضح ہو کہ اسلام میں کوئی سختی نہیں ہے جو لوگ تلوار کے استعمال کی وجہ سے اسلام پر تشدد پسندی کا الزام لگاتے ہیں ان کو تسلیم کرنا ہوگا کہ خود ان کے دین میں بہ وقت ضرورت تلوار کے استعمال کی نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ اسے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اور ان کی آسمانی یا الہامی کتابوں میں اسکا ثبوت ایک نہیں بلکہ کئی جگہوں پر ملتا ہے جو ہم حوالوں کے ساتھ نقل کر چکے ہیں ان کو اس حقیقت کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ جیسے حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب پیغمبر اللہ کی طرف سے ایک دین لائے تھے جس پر وہ خود بھی چلتے رہے اور اپنے ماننے والوں کو بھی چلاتے

رہے اور اپنے بعد بھی ان کو اپنے اپنے دین پر چلتے رہنے کا حکم دیتے رہے اسی طرح ان کو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسلام بھی ایک دین ہے اور یہ وہی دین ہے جو پہلے پیغمبر لائے تھے اور بلاشبہ اس دین کا تعلق انسانی زندگی کے ہر شعبہ سے ہے۔ بلکہ ان کا لایا ہوا دین خواہ کوئی بھی ہو وہ زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہوتا ہے۔ اسے صرف عبادات تک محدود رکھنا اور زندگی کے باقی معاملات سے دین کو الگ رکھنا غلط ہے۔ جس کا ثبوت خود بائبل کے بے شمار حوالہ جات سے ملتا ہے۔ جو ہم نقل کر چکے ہیں لہذا اسلام بھی انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر شعبے سے متعلق ہدایات دیتا ہے ان ہدایات پر ایمان لا کر ان کے مطابق زندگی گزارنا اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اور ان ہدایات کا انکار کرنا یا ان کو نظر انداز کرنا کفر ہے۔ پھر تلوار کا استعمال اگر اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق ہو اور ظالموں پر تو وہ جہاد اور عبادت کے زمرے میں داخل ہے اور اگر اس کا استعمال اللہ کی ہدایات کے خلاف ہو اور پر امن لوگوں پر ہو تو یہ جہاد نہیں بلکہ فساد اور دہشت گردی ہے۔ بائبل کے بے شمار حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے جو انبیائے کرام تشریف لائے ان کے نزدیک بھی دین ایک ضابطہ حیات تھا، جو زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام باطل قوتوں کے خلاف برسرپیکار رہے۔ تاریخ انبیاء علیہم السلام اس بات کی گواہ ہے کہ اس کائنات میں حق و باطل میں جنگ روز اول سے جاری ہے حق و باطل دونوں اپنے مدمقابل کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے ہیں۔ نظریات اور مفادات میں اختلافات کی وجہ سے حق و باطل کے ماننے والے ہمیشہ ایک دوسرے سے ٹکراتے

چلے آرہے ہیں اور اپنے مدِ مقابل کو شکست دینے کے لئے ہر ہتھیار استعمال کرتے
چلے آرہے ہیں۔ تلوار یا دیگر ہتھیار کہاں صحیح ہیں اور کہاں غلط اس سلسلے میں یہ دیکھنا
ضروری ہے کہ جس شخص نے تلوار اٹھائی ہے اس نے یہ تلوار کسی دوسرے شخص کی
آزادیوں کو چھیننے کے لئے استعمال کی ہے یا اپنا جائز حق حاصل کرنے کے لئے اٹھائی
ہے جو اسے اس کے بغیر حاصل ہونا ممکن نہ تھا۔ اگر کسی شخص نے دوسروں کے حقوق پر
ڈاکہ ڈالنے کے لئے تلوار اٹھائی یا ان کے خلاف ہتھیار استعمال کیا ہے تو وہ ظالم ہے اور
اگر کسی نے تلوار اس لئے اٹھائی ہے کہ ظالم کے ظلم کا راستہ روک کر اپنا حق حاصل کرے
اور دوسرے مظلوموں کو بھی انکا حق دلائے تو ایسا شخص نہ صرف حق پر ہے بلکہ ایسا شخص تو
معاشرے کے ان تمام کمزور لوگوں کے لئے رحمت کا فرشتہ بن جاتا ہے جو ظالم کا راستہ
روکنے کے قابل نہیں ہوتے۔ اس بات کو سامنے رکھا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی
ہے جسے تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ تلوار کے جائز استعمال کا حق خود زندگی کے حق
کی طرح ایک مقدس فریضہ ہے۔ جس طرح کسی کو زندگی کے حق سے محروم کرنا ظلم ہے
اسی طرح بوقت ضرورت اس کو اپنے دفاع میں تلوار کے استعمال کرنے کے حق سے
محروم کرنا بھی ظلم ہے۔ پہلے پیغمبروں اور دینی راہنماؤں کا بھی یہی اصول رہا ہے اور ان
کی تعلیمات وہدایات بھی یہی ہیں۔ بلکہ اگر نظرِ انصاف سے دیکھا جائے تو حضرت محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وہدایات میں اپنے دشمنوں کے ساتھ وہ سخت برتاؤ کرنے کی
اجازت کا ثبوت نہیں ملتا جو بائبل اپنے پیروکاروں کو دشمن کے ساتھ سخت برتاؤ کرنے کا
حکم دیتی ہے۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔ کتاب استثناء باب ۲۰ کی آیات نمبر ۱۰ سے ۱۷ تک کے الفاظ یہ ہیں۔

اگر تم کسی شہر کے خلاف جنگ کے لئے اس کے قریب پہنچو تو تمہیں دشمن کے سامنے امن کی شرطوں کا اعلان کر دینا چاہیے۔ اگر وہ تمہاری شرطوں کو مان لیں اور اپنے دروازے تمہارے لئے کھول دیں تو شہر میں موجود تمام لوگ تمہارے جبری خدمت گار بن جائیں گے اور وہ تمہاری خدمت کریں گے۔ اگر وہ تمہارے ساتھ صلح نہ کریں اور عملاً جنگ کریں اور تمہیں ان کا محاصرہ کرنا پڑے، تو تمہارا خدا یقیناً ان لوگوں کو تمہارے قبضے میں دے گا تمہیں چاہیے کہ تم ان کے تمام مردوں کو تہہ تیغ کر دو۔ صرف عورتیں، بچے، جانور، اور شہر میں موجود دوسری چیزیں تمہارا مال غنیمت ہوں گے۔ خدا نے جن دشمنوں کو تمہارے قبضے میں دیا ہے تم ان کے مال پر قبضہ کرو اور اسے کھاؤ پیو۔ یہ سلوک وہ ہے جو تمہیں ان شہروں سے کرنا ہے جو تم سے بہت دور ہیں اور ان قوموں کے شہر نہیں (جن کے علاقوں کو خدا نے تمہیں دینے کا وعدہ کیا ہے) جن شہروں کو خدا تمہیں وراثۃ دے رہا ہے ان کے بارے میں تمہیں حکم یہ ہے کہ ان شہروں کی کسی ذی روح چیز کو زندہ نہ رہنے دو کیونکہ تمہیں چاہیے کہ انہیں تباہ و برباد کر دو۔ واضح ہو کہ اسلام میں ایسا سخت حکم نہیں ہے کہ دشمن کے شہر کی کسی روح والی (جاندار) چیز کو زندہ نہ رہنے دیا جائے جو لوگ اسلام کو بدنام کرتے ہیں وہ اس پر سنجیدگی سے غور کریں۔

۲۔ اور اس کی دوسری مثال بھی ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب استثنا، باب ۷، کی آیات نمبر ۱ تا ۲ یہودیوں کو یہ حکم دے رہی ہیں۔

جب تمہارا خدا تمہیں اس سرزمین میں پہنچا دے، جس پر تم قبضہ کرنے جا رہے ہو اور وہ ''حتیوں'' وغیرہ سات قوموں کو جو تم سے تعداد اور قوت میں زیادہ ہیں، ان سے ان کے علاقوں کو خالی کر دے، اور تمہارا رب یقیناً ان قوموں کو تمہارے رحم و کرم پر

چھوڑے گا، تمہیں چاہیے کہ تم ان کو شکست دو۔ تمہیں چاہیے کہ تم ان کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھو۔ تم ان کے ساتھ نہ تو کسی قسم کا کوئی معاہدہ کرو اور نہ ہی ان کے ساتھ نرمی اور شفقت کا سلوک کرو"

قارئین کرام اس بات پر بھی غور فرمائیں کہ حضور ﷺ نے تو پورے تیرہ سال تک کلمہ حق کہنے کی پاداش میں کفار کے مظالم سہے تھے۔ اور اپنے خادموں کی گزارشات کے باوجود انہیں تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں دی تھی اور جب کافر آپ کے اور آپ کے ماننے والوں کے ساتھ کسی طرح نرمی کرنے اور ان کو ان کا حق آزادی دینے کو تیار نہ ہوئے تو آپ نے بحکم خداوندی اپنے پیروکاروں کو جہاد بالسیف (تلوار اٹھانے) کی اجازت دی تھی لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو صرف پونے تین سال بنی اسرائیل کو صراط مستقیم کی طرف آنے کی دعوت دی اور آپ ان پونے تین سالوں کے مختصر عرصہ میں ان کی سازشوں اور دل آزاریوں سے تنگ آ گئے اور اللہ کے حکم سے اپنے حواریوں کو تلواریں اٹھانے کا حکم دے دیا۔ لوقا کی انجیل کے باب نمبر ۲۲ آیت نمبر ۳۶ کے مطابق آپ نے اپنے حواریوں کو یہ حکم دیا۔

اس نے کہا۔ مگر اب جس کے پاس بٹوا ہو، وہ اسے لے اور اسی طرح تھیلی بھی اور جس کے پاس تلوار نہ ہو وہ اپنی پوشاک بیچ کر تلوار خریدے۔ (صفحہ نمبر ۱۱۱)

غور فرمائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کو تلواریں خریدنے کا حکم دے رہے ہیں اور تلواریں جس مقصد کے لئے خریدی جاتی ہیں وہ کسی سے بھی مخفی نہیں۔ یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام تلواریں خریدنے کا حکم اس لئے نہیں دے رہے تھے کہ وہ اپنے حواریوں کو دہشت گرد بنانا چاہتے تھے بلکہ آپ نے تلوار کی ضرورت اس

لئے محسوس کی تھی کہ جو لوگ حق کی آواز کو اپنی طاقت کے زور پر دبانا چاہتے تھے وہ صرف تلوار کی زبان سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ تلوار کی زبان میں بات کرنا انصاف بھی تھا۔ جس پر آپ نے عمل کرتے ہوئے اپنے حواریوں کو تلوار اٹھانے کا حکم دیا بلکہ آپ نے تو یہاں تک فرمادیا کہ

''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں؟ نہیں بلکہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں (حق و باطل کے درمیان) جدائی کرانے آیا ہوں۔ آج کے بعد ایک گھر میں پانچ اشخاص ہوں گے۔ جن میں باہمی اختلافات ہوں گے۔ تین دو کے خلاف ہوں گے اور دو تین کے خلاف ہوں گے۔ باپ بیٹے کے خلاف ہوگا اور بیٹا باپ کے خلاف ہوگا ماں بیٹی کے خلاف ہوگی اور بیٹی ماں کے خلاف ہوگی۔ ساس بہو کے خلاف ہوگی اور بہو ساس کے خلاف ہوگی۔''

(لوقا کی انجیل، باب ۱۲ آیات نمبر ۵۱ تا ۵۳ صفحہ ۹۶)

بائبل کے ایک اور مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ اعلان درج ہے۔

''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں؟ میں صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں، کیونکہ میں (حق و باطل کے درمیان) جدائی ڈالنے آیا ہوں، باپ اور بیٹے کے درمیان، بیٹی اور ماں کے درمیان اور ساس اور بہو کے درمیان جدائی ڈالنے آیا ہوں'' (متی کی انجیل، باب ۱۰، آیات نمبر ۳۴، ۳۵ صفحہ نمبر ۱۶)

بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ اعلان، اعلان جہاد ہی تھا اور یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا وہ اللہ کے حکم سے ہی تھا۔ لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے چونکہ ساری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اس لئے آپ کو اللہ تعالیٰ کی

طرف سے جو جہاد کا حکم ہوا اس میں انتہائی سختی کی بجائے انتہائی رحمت وشفقت کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا کہیں بھی دشمنوں پر ضرورت سے زیادہ سختی کرنے کی اجازت نہیں دی گئی ،ضرورت کی حد تک سختی کی اجازت دی گئی وہ بھی ان پر جو مسلمانوں پر انتہائی سختیاں کر چکے تھے اور کر رہے تھے چنانچہ اسلام نے جہاد کے متعلق جو تعلیمات دی ہیں وہ بھی قرآن حکیم کی متعدد آیات کریمہ اور حضور ﷺ کی کثیر احادیث مبارکہ کی شکل میں حدیث تاریخ وسیرت کی کتابوں میں اب تک موجود ہیں ۔اسلام کی تاریخ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہر غیر جانبدار انسان انہیں پڑھ کر خود انصاف کر سکتا ہے کہ کس مذہب کی تعلیمات میں زیادہ سختی پائی جاتی ہے اور کس مذہب کی تعلیمات میں سختی کے مقابلے میں رحمت کا پہلو غالب ہے اور یہ بھی فیصلہ کر سکتا ہے کہ کس مذہب کے پیروکار بنی نوع انسان کے لئے تباہی کا پیغام بن کر آئے اور کس کے پیروکاروں نے دنیا کو نہ صرف رافت ومہربانی اور لوگوں پر رحم وکرم کا درس دیا بلکہ عملی طور پر بھی رحم وکرم کا مظاہرہ کیا۔

اسلامی جہاد کی چند مثالیں

اس سلسلے میں اسلامی جہاد کی چند مثالیں بطور ضوابط وآداب ہم پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام کو اسلامی جہاد میں جو سختی کے مقابلہ میں نرمی اور رحمت کا پہلو غالب ہے اسکا علم ہو جائے۔

ضابطہ نمبر ا

"اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق ،الا ان یقولوا ربنا اللہ ولو لا دفع

اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوت و مسجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز" (سورۃ الحج پارہ ١٧ آیت ٣٩_٤٠)

ترجمہ شریف

اذن دے دیا گیا ہے (جہاد کا) ان (مظلوموں) کو جن سے جنگ کی جاتی ہے اس بنا پر کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بیشک اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر پوری طرح قادر ہے۔ وہ (مظلوم) جن کو نکال دیا گیا تھا ان کے گھروں سے ناحق، صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ بچاؤ نہ کرتا لوگوں کا انہیں ایک دوسرے سے ٹکرا کر تو (طاقت ور کی غارت گری سے) منہدم ہو جاتیں خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس (کے دین) کی مدد کرے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) سب پر غالب ہے" (سورۃ الحج پارہ نمبر ١٧ آیت نمبر ٣٩، ٤٠)

ضابطہ نمبر ١

یہ اسلامی جہاد کا ضابطہ نمبر ١ ہے اس آیت کریمہ میں اس ضابطہ کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ یہ جہاد کرنے اور تلوار اٹھانے کی اجازت ان لوگوں کو دی جاتی ہے جن پر مظالم ڈھائے گئے اور جن کو صرف اس جرم کی سزا میں اپنے وطن سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار یقین کرتے ہیں بتوں اور مورتیوں کو نہیں مانتے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تیرہ سال تک صبر و تحمل کرنے کے بعد

پھر جنگ کی اجازت دینے کے بعد بھی ان کو آزاد نہیں چھوڑ دیا کہ تم جس طرح چاہو اپنی آتش انتقام کو ٹھنڈا کرو اور خدا کی زمین پر تباہی و بربادی پھیلاتے پھرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دینے کے بعد ان کے لئے جنگ کے ایسے اصول مقرر کر دیئے اور ایسی ہدایات جاری فرمادیں کہ ان کی وجہ سے اسلامی جہاد ان جنگوں سے ممتاز ہو جاتے ہیں جو تاریخ انسانی کے مختلف ادوار میں انسانوں نے توسیع پسندی اور دیگر قوموں کی بربادی وتباہی کے لئے دوسروں پر مسلط کی تھیں۔

ضابطہ نمبر ۲

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مسلمانوں کو حکم دیا۔

"وقاتلو افی سبیل اللہ الذین یقاتلو نکم ولا تعتدو اان اللہ لا لایحب المعتدین" (البقرہ ۱۹۰)

ترجمہ شریف

اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور (خیال رکھو کہ ان پر کسی طرح بھی) زیادتی نہ کرنا بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا" (البقرۃ ۱۹۰)

اس ضابطہ نمبر ۲ سے متعلق اس آیت میں عام غیر مسلموں سے لڑنے کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ صرف ان سے لڑنے کی اجازت دی گئی ہے جو مسلمانوں سے لڑیں۔

ضابطہ نمبر ۳

"وقتلو اھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظالمین" (البقرۃ ۱۹۳)

ترجمہ شریف

''اور ان (لڑنے والوں) سے لڑو یہاں تک کہ (ان کا لڑائی اور فساد کا) فتنہ باقی نہ رہے اور اللہ کا دین (اس کی اطاعت کا نظام قائم) ہو جائے۔ پھر اگر وہ (تمہارے ساتھ لڑنے اور حق کی تبلیغ کو روکنے سے) باز آجائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر سختی جائز نہیں'' (البقرہ ۱۹۳)

اس ضابطہ میں بیان کیا گیا ہے کہ لڑائی کا مقصد صرف اللہ کے دین (اس کی عبادت) کے ہونے اور اس کے سوا دوسروں بتوں اور مورتیوں کی عبادت کا نہ ہونے کے نظام کا قائم کرنا ہو۔ اور اس سلسلے میں کوئی تم سے نہ لڑے تو تم بھی اس سے نہ لڑو۔

ضابطہ نمبر 4

"فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما أعتدى عليكم واتقو االله واعلمو ا ان الله مع المتقين"

ترجمہ شریف

تو جس نے تم پر کوئی زیادتی کی تو تم اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور جان لو کہ اللہ (کی مدد) ڈرنے والوں کے ساتھ ہے'' (البقرہ ۱۹۴)

اس ضابطہ نمبر ۴ میں بتایا گیا کہ اگر کسی پر زیادتی کرنی پڑے تو اتنی کرو جتنی اس نے تم سے زیادتی کی۔ اس سے زیادہ نہ کرو اور کسی پر خواہ مخواہ زیادتی کرنے میں اللہ سے ڈرو۔

ضابطہ نمبر 5

"وان جنحو السلم فاجنح لها وتوکل علی اللہ وانہ ھو السمیع العلیم"

ترجمہ شریف

اور اگر کفار صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کے لئے مائل ہو جاؤ (ان سے صلح کرو) اور اللہ پر بھروسہ کرو بے شک وہی سننے والا جاننے والا ہے (انفال ۶۱)

اس ضابطہ نمبر ۶ میں مسلمانوں کو ھدایت کی ہے کہ اگر غیر مسلم تم سے صلح کریں تو تم بھی ان سے صلح کرو صلح کرنے والوں سے ہرگز نہ لڑو۔ صلح پسند غیر مسلموں سے دوستی اور اُن پر احسان کرنے کی اجازت دیتا ہے جو مسلمانوں کے ساتھ امن وسلامتی، صلح اور اچھے تعلقات کے خواہشمند ہوں اور مسلمانوں کے دین کے معاملہ میں اُن سے نہ جھگڑتے ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم کی سورۂ ممتحنہ کی آیت نمبر ۸ اور ۹ میں ہے۔

"لا ینھا کم اللہ عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین ولم یخرجو کم من دیار کم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان للہ یحب المقسطین"

"انما ینھا کم اللہ عن الذین قتلو کم فی الدین واخرجو کم من دیار کم وظھر وا علی اخراجکم ان تولوھم و من یتولھم فاولئک ھم الظالمون" (الممتحنہ ۸، ۹)

ترجمہ:۔ اللہ تمہیں ان (کافر) لوگوں کے ساتھ احسان کرنے اور اُن کے ساتھ انصاف برتاؤ کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے لڑائی نہ کی اور نہ ہی تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا بے شک انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اللہ تو تمہیں ان (کافر) لوگوں سے دوستی کرنے سے روکتا ہے جنہوں نے دین میں تم سے لڑائی کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور (یا) تمہارے نکالنے پر (نکالنے والوں کی) مدد کی۔

قرآن کی ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ دنیا بھر کے غیر مسلم مسلمانوں کے دشمن نہیں ہیں بلکہ وہ غیر مسلم مسلمانوں کے دشمن ہیں جو مسلمانوں کو تنگ کرتے ہوں۔ اور جو مسلمانوں کو دین کے معاملہ میں تنگ نہ کریں بلکہ مسلمانوں کو دینی اور مذہبی آزادی دیں وہ ہمارے دشمن نہیں۔ بلکہ وہ ہمارے دوست ہیں جیسا کہ ہمیں قرآن اُن سے دوستی رکھنے کی اور ان پر احسان کرنے کی اجازت دیتا ہے لہذا امریکہ، انگلینڈ، یورپ، ناروے، جاپان جیسے ممالک میں جس قدر آزادی حاصل ہے؟ وہ مسلمانوں کو نیشنیلٹی بھی دیتے ہیں وہ بہت ہی اچھے ملک ہیں وہ ملک دارالاسلام اور دار الامن ہیں وہ لائق احترام ہیں ہمیں اُن کی سلامتی اور اُن کی ترقی کی دعائیں کرنا چاہیے اور وہ ہمارے اچھے دوست ہیں۔ اگر کسی ملک کے سربراہ سے کوئی غلطی ہو تو اُسے اُس ملک کی یا وہاں عوام کی غلطی نہ سمجھی جائے بلکہ دوستانہ طریقہ سے اُس سربراہ کی اصلاح کی جائے دشمنی کا جواب دشمنی سے دینا ہمارے نبیؐ کا طریقہ نہ تھا آپ کا طریقہ دشمنی کے جواب میں صلح اور رحمت کا راستہ اختیار کرنا تھا مسلمانوں کو اسی پر عمل کرنا چاہیے۔

مندرجہ بالا آیات میں اسلامی جہاد کے سنہری اصول وضوابط کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے

قرآن مجید کے حکم جہاد سے درج ذیل باتیں واضح ہو گئیں۔

۱۔ ہتھیار کے ساتھ جہاد کی اجازت اس وقت ہے جب مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہو اور ان کو دین حق کی حکمت و دانائی اور اخلاق حسنہ کے ساتھ تبلیغ سے تشدد کے ذریعے روکا جاتا ہو حتیٰ کہ ان کو صرف اس لئے مالی اور جانی نقصان پہنچایا جاتا ہو کہ وہ دین حق کی تبلیغ اللہ کے احکام کے مطابق کرتے ہیں کسی پر جبر یا زیادتی نہیں کرتے۔

۲۔ جہاد یا جنگ بھی ان سے جائز ہے جو مسلمانوں سے محض ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے لڑیں دوسرے غیر مسلموں سے لڑنے کی اجازت نہیں ہے۔

۳۔ یہ لڑائی بھی اس وقت تک کے لئے ہے جب تک وہ مسلمانوں سے لڑیں اگر وہ نہ لڑیں تو مسلمانوں کے لئے ان سے لڑنا جائز نہ ہوگا۔

۴۔ لڑائی میں بھی زیادتی کرنے کی اجازت نہیں کہ مسلمان پر زیادتی کوئی ایک غیر مسلم کرے مگر مسلمان اس کے بدلے کسی دوسرے ایسے غیر مسلم پر زیادتی کر ڈالے جس نے کسی مسلمان سے کوئی زیادتی نہیں کی یا کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کو ایک پتھر مارے مگر مسلمان اسے دو پتھر مارے یا اسے جان سے مار دے ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

۵۔ اگر غیر مسلم لڑائی سے باز آجائیں تو مسلمان بھی باز آجائیں۔

۶۔ اگر غیر مسلم مسلمانوں سے صلح کرنا چاہیں تو مسلمان بھی ان سے صلح کرلیں۔ اور قرآن میں صلح کو بہتر قرار دیا گیا ہے "والصلح خیر" (النساء ۱۲۸) کہ صلح بہتر ہے۔

قرآن کریم کی ان تمام آیات سے واضح ہو رہا ہے کہ اسلامی جنگیں نہ تو انتقام کی آگ بجھانے کے لئے لڑی جاتی ہیں نہ کسی قومی یا نسلی برتری کو ثابت کرنے کے

لئے اور نہ کسی کاروباری، صنعتی اور تجارتی مفادات کے حصول کے لئے بلکہ یہ جنگیں صرف اور صرف اللہ کے دین کے لئے اور صرف ان لوگوں کے خلاف لڑی جاتی ہیں جو مسلمانوں سے لڑیں جیسا کہ اللہ کے فرمان سے ثابت ہو رہا ہے جسکا حوالہ پہلے گزر چکا ہے "الذین یقاتلو نکم" "تم ان سے لڑو جو تمہارے خلاف جنگ کرتے ہیں اور اس بات کا خیال رکھو "ولا تعتدوا" کہ کسی پر زیادتی بھی مت کرو قرآن حکیم نے جہاد کے جو اصول و ضوابط پیش کیے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں ان کی تفصیل بھی بیان کر دی ہے۔ چنانچہ آپ مختلف لشکروں کو جہاد کیلئے بھیجتے وقت ان کو یہ ہدایات فرماتے تھے۔

"انطلقوا باسم الله وعلى بركة الله لا تقتلوا شيخا فانيا ولا طفلا ولا امراة ولا تغلوا وضموا غنا ئمكم واصلحوا واحسنوا ان الله يحب المحسنين (ابوداؤد ص ۳۵۹، ج ۱۲)

ترجمہ شریف

''اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اور اسکے نام کی برکت کے ساتھ جہاد کے لئے چلو۔ اور یاد رکھو کہ کسی بوڑھے شخص کو، کسی بچے کو یا کسی عورت کو قتل نہ کرنا اور خیانت نہ کرنا۔ غنائم کو اکٹھا کرنا اور حالات کو درست کرنے کی کوشش کرنا (اگر تمہارا دشمن طالب احسان ہو تو) دشمن کے ساتھ احسان بھی کرنا بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''

ایک لشکر کو جہاد پر روانہ کرتے ہوئے حضور ﷺ نے یہ ہدایت فرمائی۔

"اغزوا باسم اللہ و فی سبیل اللہ وقاتلوا من کفر باللہ ولا تغلو

ا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیدا"۔

(ابی داؤد ص ۳۵۸،۳۵۹، ج ۱)

ترجمہ شریف

"اللہ کا نام لے کر اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ اللہ کے منکروں ظالموں سے لڑو اور کسی کو دھوکا نہ دینا، کسی مقتول کی لاش کے اعضاء نہ کاٹنا اور کسی بچے کو قتل نہ کرنا" سرکار دوعالم علیہ السلام نے اپنی امت کے سالار اعظم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا۔

"لاتقتل ذریۃ ولا عسیفا"

کہ بچوں کو قتل نہ کرنا اور نہ کسی مزدور کو قتل کرنا

نیز عسیف بھولے بھٹکے مسافر کو بھی کہتے ہیں یعنی اسے بھی قتل نہ کرنا (رحمت کائنات) حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنی فوجوں کو کھیت اجاڑنے، درختوں کو بے ضرورت کاٹنے جانوروں کو قتل کرنے اور پانی کے کنوؤں میں زہر ملانے سے بھی سختی سے منع فرمایا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔

"ولا تقتلوا الولدان ولا اصحاب الصوامع" (مسند امام احمد ص ۳۰۰، ج ۱)

کہ بچوں کو قتل نہ کرنا اور جو لوگ عبادت میں مصروف ہوں ان کو بھی قتل نہ

کرنا اور بعض احادیث میں ہے کہ آپ نے سرسبز درختوں اور کھیتوں کو کاٹنے سے بھی منع فرمایا یہ ہے اسلام میں جہاد کے آداب ایسے ہیں جو دنیا کے کسی مذہب میں اس قدر آداب جنگ نہیں ملتے۔

مسلمانوں کو جہاد کے متعلق جو ہدایات خدا اور خدا کے رسول ﷺ نے دی تھیں، انہوں نے ان ہدایات کو فراموش نہیں کیا بلکہ جس طرح ہر لشکر کی روانگی سے پہلے حضور ﷺ مجاہدین کو تاکید فرماتے تھے کہ وہ اسلامی جہاد کی خصوصیات کو قائم رکھیں، آپ کے بعد آپ کے خلفائے راشدین نے بھی آپ کی اس سنت پر عمل کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ فرمایا اور انہیں اسی طرح نصیحت کی جس طرح رسول اللہ ﷺ نصیحت فرماتے تھے۔

اسلامی جہاد سے متعلق قرآن کریم کی آیات ملاحظہ فرمائیں

۱۔ ”من قتل نفسا بغیر نفس او فسا د فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا“ (المائدۃ آیت نمبر۳۲)

ترجمہ شریف:۔ ”جس نے قصاص یعنی قتل کے بدلے قتل کے بغیر یا زمین میں فساد پھیلانے کی سزا کے بغیر ناحق کسی کو قتل کیا تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا۔

وضاحت:۔

اس آیت میں کسی کو ناحق قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ صرف اسی شخص کو قتل کیا جائے جو کسی کو قتل کرے یا زمین میں فساد پھیلائے یا دہشت گردی

کرے اور یہ کہ کسی کو ناحق قتل کرنے والا ایسے ہے جیسے سب لوگوں کو قتل کرنے والا۔

۲. ”ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق“ (الانعام آیت نمبر ۱۵۱)

ترجمہ شریف:۔

اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا مگر حق کے ساتھ۔

وضاحت:۔

اس آیت میں بھی کسی کو ناحق قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

۳. ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون (الفرقان آیت نمبر ۶۸)

ترجمہ شریف:۔ (اللہ کے فرمانبردار بندے وہ ہیں جو) اس جان کو قتل نہیں کرتے جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے لیکن حق کے ساتھ اور بدکاری بھی نہیں کرتے۔

۴. فان قتلو کم فاقتلو ھم کذلک جزاء الکفرین

(البقرہ آیت نمبر ۱۹۱)

ترجمہ شریف:۔

پھر اگر وہ تم سے لڑائی کریں تو تم بھی انہیں قتل کرو ایسی ہی سزا ہے کافروں کی۔

۵. وقاتلو ا فی سبیل اللہ الذین یقاتلو نکم ولا تعتدو ا

(البقرہ آیت نمبر ۱۹۰)

ترجمہ شریف:۔

اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے لڑیں اور حد سے نہ بڑھو۔ یعنی جو نہ لڑے اس سے تم بھی نہ لڑو۔

وضاحت:۔

اس آیت میں صرف ان غیر مسلموں سے لڑنے اور جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو مسلمانوں سے لڑیں اور حد سے بڑھنے سے منع کیا گیا ہے کہ ان سے لڑنا جو نہیں لڑتے حد سے بڑھنا ہے اور اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۶۔ وقاتلوا المشرکین کافة کما یقاتلو نکم کافة

(التوبہ آیت نمبر ۳۶)

ترجمہ شریف:۔

اور تم لڑو سب مشرکوں سے جیسا کہ وہ لڑتے ہیں تم سب سے۔

وضاحت:۔

اس میں بتایا گیا ہے کہ مکہ کے سب مشرک چونکہ سب مسلمانوں سے لڑتے تھے لہذا مسلمانوں کو بھی حکم ہوا کہ وہ بھی ان سب سے لڑیں۔ یہ حکم صرف ان خاص مشرکوں کے بارے میں ہے دنیا بھر کے مشرکوں کے لئے نہیں ہے جو مسلمانوں سے نہیں لڑتے ان سے مسلمان کو لڑنا جائز نہیں ہے۔

۷۔ وقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنة ویکون الدین للہ

(البقرۃ آیت نمبر ۱۹۲)

ترجمہ شریف:۔

اوران لڑنے والے کافروں سے لڑائی کرتے رہو یہاں تک کہ (لڑائی کے) فتنہ کا زور باقی نہ رہے اور اللہ ہی کے دین کا نظام قائم ہو۔

وضاحت:۔

اس میں فرمایا گیا ہے کہ خاص مکہ اور اس کے آس پاس کے کفار ومشرکین چونکہ تم کو کبھی چین اور سکون سے اللہ کے دین کا نظام قائم نہیں کرنے دیں گے جیسا کہ ان کی گذشتہ حرکتوں سے واضح ہے لہذا تم ان سے لڑو یہاں تک کہ ان کے شرک ولڑائی کا فتنہ دفع ہو جائے اور یہاں صرف اسلام کا ہی جھنڈا لہرائے اور وہ ہمیشہ کے لئے اسلام کا ہی دارالحکومت ودارالخلافہ کے طور پر قائم ودائم ہے۔

۸. اذن للذین یقا تلوان بانھم ظلموا (الحج آیت نمبر ۳۹)

ترجمہ شریف:۔

جہاد کی اجازت دے دی گئی ان مسلمانوں کو جن سے ناحق قتال کیا جاتا ہے اس وجہ سے کہ ان پر ظلم ہوا۔

وضاحت:۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ یہ جہاد کی اجازت مسلمانوں کو اس لئے دی جارہی ہے کہ مشرکین مکہ نے ان پر بے حد ظلم کئے اور ان سے لڑائیاں کیں۔

۹. وان جنحوا للسلم فاجنح لھاوتو کل علی اللہ
(الانفال آیت نمبر ۶۱)

ترجمہ شریف:۔

اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔

وضاحت:۔

اس آیت میں دین اسلام کی صلح پسندی اور امن پسندی کا بڑا ثبوت ملتا ہے کہ اسلام مسلمانوں کو خواہ مخواہ بلا وجہ لڑنے کی ہدایت نہیں کرتا بلکہ اگر غیر مسلم صلح و امن کا ہاتھ بڑھائیں تو مسلمانوں کو بھی صلح و امن کا ہاتھ بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے۔

۱۰۔ لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقا تلو کم فی الدین ولم یخرجو کم من دیار کم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین انما ینھکم اللہ عن الذین قا تلو کم فی الدین واخر جو کم من دیار کم وظھر وا علی اخراجکم ان تو لوھم (الممتحنۃ آیت نمبر ۸۔۹)

ترجمہ شریف:۔

اللہ تمہیں ان سے نہیں روکتا جنہوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا کہ تم ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے عدل کا برتاؤ کرو بے شک انصاف کرنے والوں کو اللہ پسند فرماتا ہے۔ اللہ تمہیں انہی لوگوں سے دوستی کرنے سے روکتا ہے جنہوں نے دین میں تم سے جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد کی۔

وضاحت:۔

ان دونوں آیتوں میں بتایا گیا ہے کہ جو غیر مسلم لوگ مسلمانوں سے لڑائی نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی انہوں نے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالا اور نہ ان کے نکالنے میں مدد دی مسلمانوں کو ان سے احسان کرنے اور ان سے عدل وانصاف کرنے اور ان سے دوستی کرنے کی اجازت ہے۔

۱۱۔ ثم ان ربک للذین ھاجروا من بعد مافتنوا ثم جاھدوا وصبروا ان ربک من بعدھا لغفور رحیم (النحل آیت نمبر۱۱۰)

ترجمہ شریف:۔

پھر بے شک آپ ﷺ کا رب ان کے لئے جنہوں نے کافروں کی تکلیفیں اٹھانے کے بعد ہجرت کی پھر انہوں نے جہاد کیا اور وہ صابر رہے یقیناً آپ کا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا ہے بے حد رحم فرمانے والا ہے

وضاحت:۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے مسلمانوں کو کافروں اور مشرکین مکہ نے اس قدر تکلیفیں پہنچائیں اور ان پر اس قدر ظلم کئے اور ستایا کہ وہ انتہائی مجبور ہو کر اپنا وطن عزیز چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

۱۲۔ وکاین من قریۃ ھی اشد قوۃ من قریتک التی اخرجتک اھلکنھم فلا ناصر لھم (محمد ﷺ آیت نمبر۱۳)

ترجمہ شریف:۔

کتنی ہی بستیاں تھیں جو قوت میں آپ ﷺ کی اس بستی (مکہ) سے کہیں زیادہ تھیں جس کے رہنے والوں نے آپ ﷺ کو وہاں سے نکالا ہم نے ان کو ہلاک کر دیا تو کوئی ان کا کوئی مددگار نہ تھا۔

وضاحت:۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے مشرکین مکہ نے آپ کے ساتھ اور آپ کے ماننے والوں کے ساتھ زیادتیاں کیں اور انہیں ان کے گھروں سے نکالا۔

۱۳. الا تنصروه فقد نصره الله اذ اخرجه الذين كفروا

(التوبہ آیت نمبر ۴۰)

ترجمہ شریف:۔

اگر تم نے ہمارے رسول (محمد ﷺ) کی مدد نہ کی تو بے شک اللہ نے ان کی (اس وقت) مدد فرمائی جب کافروں نے رسول اللہ کو بے وطن کیا۔

وضاحت:۔

اس آیت میں بھی بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اس وقت مدد کی جب کافروں نے آپ کو وطن سے نکالا۔

۱۴. واخرجوهم من حيث اخرجوكم (البقرة آیت نمبر ۱۹۱)

ترجمہ شریف:۔

تم بھی انہیں وہاں سے نکالو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا۔

وضاحت:۔

یہ آیت بتا رہی ہے کہ مسلمانوں کو اس بات کی اجازت دی جا رہی ہے کہ وہ ان مشرکوں کو ان کے گھروں سے اسی طرح نکالیں جس طرح انہوں نے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالا۔ لیکن یہ حضرت محمد ﷺ کی کمال رحمت وشفقت ہے کہ جب آپ نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا تو آپ نے ان ظالموں کو یہ کہہ کر معاف فرما دیا کہ میں آج تمہیں اس پر ملامت بھی نہیں کرتا جو تم نے میرے ساتھ زیادتی کی اور میں تمہیں ایسے معاف کرتا ہوں جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف فرما دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بخوشی اسلام میں داخل ہو گئے اسطرح شہر مکہ دین اسلام کا مرکز ہو گیا۔

۱۵ . یقو لون لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الا عز منها الاذل
(المنفقون آیت نمبر ۸)

ترجمہ شریف:۔

کہتے ہیں کہ اگر اب ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو ہم میں سے عزت والا ذلت والے کو وہاں سے ضرور نکال دے گا۔

وضاحت:۔

یہ آیت ان منافقوں کے بارے میں ہے جو دین یہود پر تھے اور دل سے نہیں بلکہ صرف اوپر اوپر سے اسلام لائے اور حضرت محمد ﷺ کے اور آپ کے ساتھیوں کے اور دین

اسلام کے خلاف باتیں اور سازشیں کرتے تھے اس کے باوجود کہ حضرت محمد ﷺ کو ان کی سب خبر تھی اور آپ ان کو قتل بھی کرا سکتے تھے۔ مگر اس کے باوجود آپ نے نہ ان کو قتل کرایا اور نہ ان پر سختی کی بلکہ ان کو ہمیشہ برداشت فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ منافقوں کا ان کا بڑا سردار عبداللہ بن ابی جب فوت ہوا آپ نے اس کے بیٹے جو مسلمان تھا کی درخواست پر اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اسے اپنا کرتہ مبارک پہنایا۔ آپ کی اس کمال مہربانی کو دیکھ کر اس کی قوم کا ایک ہزار آدمی مسلمان ہو گیا دشمنوں کے ساتھ ایسے کریمانہ ورحیمانہ برتاؤ کی مثال تاریخ انبیاء میں کہیں بھی نہیں ملتی۔

۱۶۔واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک اویقتلوک اویخرجوک (الانفال آیت نمبر ۳۰)

ترجمہ شریف:۔

اور (یاد کیجیے اے محبوب نبی ﷺ) جب (مکہ کے) کافر تمہارے خلاف خفیہ سازش کر رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا شہید کر دیں یا جلاوطن کر دیں۔

وضاحت:۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ مکہ کے مشرکین نے تیرہ سال بعد حضرت محمد ﷺ کو آپ کو ستانے کے بعد آخر ان کے خلاف خفیہ سازش کے ذریعے ان کو قتل کرنے کا بھی منصوبہ بنایا مگر اللہ نے اُن کی سازش کو ناکام بنایا کہ ان کو وہاں سے ہجرت کر جانے کا حکم دیا اور وہ اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ شریف تشریف لے گئے۔

۱۷. وان کادوا لیستفزونک من الارض لیخرجوک منھا

(بنی اسرائیل آیت نمبر ۷۶)

ترجمہ شریف:۔ اور بے شک وہ قریب تھے کہ اس زمین سے تمہارے قدم ڈگمگا دیں کہ تم کو اس سے باہر کر دیں۔

وضاحت:۔

اس آیت میں بھی ان کی سازش کا ذکر ہے۔

۱۸. ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا

(النساء آیت نمبر ۷۵)

ترجمہ شریف:۔ کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں۔

وضاحت:۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جو مسلمان ہجرت کر سکتے تھے وہ تو اپنا گھر بار اور جائیداد و مال چھوڑ کر ہجرت کر کے مدینہ شریف چلے گئے لیکن جو بوڑھے بیمار تھے یا بچے اور کمزور تھے یا کسی وجہ سے بے بس تھے ہجرت نہ کر سکتے تھے مشرکین مکہ ان بیچاروں پر اس قدر ظلم کرتے تھے کہ وہ چلاتے پکارتے اور اللہ سے دعائیں کرتے تھے کہ یا اللہ تو ہمیں اس شہر سے نکال جس کے رہنے والے بڑے ہی ظالم ہیں۔

۱۹. الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق ان یقولوا ربنا اللہ

(الحج آیت نمبر ۴۰)

ترجمہ شریف:۔ وہ مسلمان جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اتنی بات پر کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

وضاحت:۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ کفار مکہ و مشرکین مکہ نے مکہ کے مسلمانوں کو صرف اس لئے ستایا اور ان کو ان کے گھروں سے نکالا کہ وہ ایک اللہ کو مانتے تھے اور بتوں کی پوجا چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو گئے تھے اس کے علاوہ اور کوئی بات نہ تھی۔ اور نہ ان کا کوئی اور جرم تھا۔

۲۰۔ للفقرآء المھجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم (الحشر آیت نمبر ۸)

ترجمہ شریف:۔ یہ مال فقراء مہاجرین کے لئے بھی ہیں جو اپنے گھروں اور اپنے مال وجائیداد سے نکال دیئے گئے۔

وضاحت:۔

اس آیت میں بھی بتایا گیا ہے کہ مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو نہ صرف مکہ سے نکالا بلکہ ان کے مالوں پر اور ان کی جائیدادوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ پھر حضرت محمد ﷺ کو اور آپ کے ماننے والوں کو مدینہ میں بھی چین سے نہ رہنے دیا بلکہ وہاں جا کر بھی ان سے جنگیں کیں چنانچہ جنگ احزاب واحد اور جنگ خندق سب مدینہ کے پاس لڑی گئیں۔

۲۱۔ واخراج اھلہ منہ اکبر عند اللہ (البقرۃ آیت نمبر ۲۱۷)

ترجمہ شریف:۔ اور اس کے رہنے والوں کو اس سے نکالنا اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔

وضاحت:۔

یعنی مکہ کے رہنے والے مسلمانوں کو جو مشرکین مکہ نے شہر مکہ سے نکالا انہوں نے اللہ کے ہاں بہت بڑا گناہ کیا ظلم کیا جس کی سزا کے وہ مستحق ٹھہرے تھے۔

۲۲. الا تقاتلون قوما نکثو ایمانهم وهمو ابا خراج الرسول

(التوبہ آیت نمبر۱۳)

ترجمہ شریف:۔ کیا تم ایسی قوم سے جنگ نہ کرو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور اللہ کے رسول کو وطن سے نکالنے کا ارادہ کیا۔

وضاحت:۔

اس آیت میں بتایا جارہا ہے کہ مظلوم مسلمانوں کو اب ان ظالم کافروں مشرکوں سے لڑنا چاہیے جنہوں نے لڑائی میں پہل کی اور مقام حدیبیہ میں صلح کا معاہدہ کر کے اس کو توڑ ڈالا اور اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے وطن سے نکالنے کا فیصلہ کیا۔

اسلامی جہاد کا مقصد

۱. "ومن جاهد فانما يجاهد لنفسه ان الله لغني عن العالمين"

(العنکبوت ۲۹_۶)

اور جس نے جہاد کیا تو اس نے اپنے ہی فائدے کے لئے جہاد کیا۔ بے شک ضرور اللہ سارے جہانوں سے بے نیاز ہے۔

اس آیت میں بھی اسلامی جہاد کی غرض اور اس کا مقصد واضح کر دیا گیا ہے کہ مسلمان مجاہد کا جہاد کرنا اپنے فائدے کے لئے ہے یعنی اپنے نفع کے لئے ہے ظاہر ہے کہ کسی مسلمان مجاہد کو کسی غیر مسلم کو قتل کر کے تو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ درحقیقت یہ بتانا مقصود ہے کہ جہاد دراصل ان غیر مسلموں اور کافروں سے کیا جاتا ہے جو مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کے دشمن ہوں۔ جو مسلمانوں کو قتل کرتے، ان کا مال لوٹتے اور ان کی خواتین جوان کی عزت و آبرو ہیں پر ہاتھ ڈالتے ہوں۔ تو ایسے کافروں کے قتل کرنے میں مسلمان مجاہدوں کا فائدہ ہے کہ ان کی جان محفوظ ہو جائے گی، مال بچ جائیں گے اور عزت و آبرو بھی محفوظ ہو جائے گی۔ لہذا واضح ہوا کہ مسلمانوں کو صرف ان لوگوں سے جہاد کرنے کی اجازت ہے۔

پہلے ہجرت پھر جہاد کا حکم

"والذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمۃ اللہ واللہ غفور رحیم" (البقرۃ ۲۱۸)

اور جن لوگوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بہت ہی بخشنے والا بہت مہربان ہے (البقرۃ ۲۱۸) اس آیت میں پہلے ہجرت کا ذکر ہے پھر جہاد کا۔ اور ظاہر ہے کہ ہجرت کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب انسان انتہائی تنگ ہو جائے اور اس کا صبر جواب دے جائے پھر ہجرت کا سوچتا ہے اور ہجرت کرتا ہے۔ اس سے واضح ہو رہا ہے کہ اسلامی جہاد لڑائی کی ابتداء کرنے کا نام نہیں بلکہ اسلامی جہاد یہ ہے کہ پہلے کافروں کی طرف سے تنگی اور تکلیف پیش آئے اور ایک مسلمان کافروں کی طرف سے پہنچنے والی تنگیوں اور تکلیفوں پر مسلسل

صبر کرتا رہے یہاں تک کہ جب اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جائے اور اس کی جان مال اور عزت وآبرو محفوظ نہ رہے ایسی صورت میں اگر وہ اپنی جان ومال وعزت وآبرو کے تحفظ اور دفاع کی استطاعت رکھتا ہو تو دفاع کرے اور تلوار اٹھا کر مقابلہ میں آنے اور لڑنے والوں سے لڑے تو یہ جہاد ہے اور اس صورت میں اگر مارا گیا تو شہید ہو گا جیسا کہ حدیث میں ہے۔

"من قتل دون اهله وماله فهو شهيد" (نسائی وترمذی وتاریخ بغداد للخطیب وتاریخ اصفهان) کہ جو اپنے اہل وعیال اور مال کی حفاظت کرتے ہوئے ظالم کے ہاتھوں مارا گیا وہ شہید ہے ایک حدیث میں ہے۔

"من قتل دون حقه فهو شهيد" (تاریخ بغداد للخطیب ۱۰۔۸۱)

کہ جو اپنے حق کے آگے مارا گیا وہ شہید ہے یعنی کوئی ظالم اس کا حق چھینا چاہتا تھا تو وہ اپنے حق کی حفاظت کرتے مارا گیا تو وہ شہید ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے "من قتل دون دينه فهو شهيد" (ترمذی ومسند امام احمد ۱۔۱۹) کہ جو اپنے دین کی حفاظت کرتے مارا گیا وہ شہید ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے "من قتل دون دمه فهو شهيد" (ترمذی ونسائی ومسند احمد ۱۔۱۹) کہ کوئی اپنی جان کی حفاظت کرتا مارا گیا تو وہ شہید ہے ان تمام حدیثوں سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ مسلمان کا یہ کام نہیں کہ وہ کسی سے مال چھینے یا کسی پر از خود حملہ کر کے اسے جانی یا مالی نقصان پہنچائے بلکہ مسلمان وہ ہے جو صرف اپنی جان، اپنے حق اپنے اہل وعیال اور اپنے مال اور اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے دفاع کرے اور اسی میں مارا جائے تو وہ شہید ہے۔

مقصد جہاد

اب ہم مقصد جہاد پر دلائل کی روشنی میں کچھ عرض کرتے ہیں۔

ہدایہ میں ہے "وانما فرض لا عزاز دین اللہ ودفع الشر عن العباد" (ہدایہ اص ۵۳۷) کہ جہاد کے فرض کئے جانے کا مقصد اللہ کے دین کو (اتمام حجت کے ذریعے) غالب کرنا اور اللہ کے بندوں (مسلمانوں) سے (کافروں کے) شر وفتنہ کو دور کرنا ہے۔

اس کی شرح فتح القدیر میں امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جہاد اسلامی کے دو مقصد ہیں

(۱) اعزاز الدین (۲) ودفع شر الکفار عن المؤمنین بدلیل قولہ تعالیٰ وقاتلو ھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ "یعنی ایک تو عملی طور پر دین کا غلبہ دوسرا مسلمانوں سے کافروں کے شر کو دفع کرنا۔ (فتح القدیر ۵ص ۴۳۹) اس سے واضح ہوا کہ جو کفار مسلمانوں کو تنگ کریں ان کی جان ومال کو نقصان پہنچائیں ان کے خلاف جہاد فرض ہوگا اور وہ بھی استطاعت کے مطابق کہ شریعت کے ہر حکم کا دارومدار استطاعت پر ہے۔

جمہور علماء

جہاد کے بارے میں جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ فرضیت جہاد اس ترتیب سے ہوئی کہ پہلے جبکہ مسلمان تھوڑے اور نہتے بھی تھے افراد بھی تھوڑے تھے اور اسلحہ بھی نہ تھا۔ اس وقت اللہ کی طرف سے مسلمانوں کو محض زبانی تبلیغ کرنے اور کافروں کی ایذاء

پر صبر و برداشت کرنے کا حکم تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ '' فاصدع بما تؤمر وا عرض عن المشرکین '' (الحجر ۹۴) کہ علانیہ تبلیغ دین کیجیے اور مشرکین سے اعراض کیجیے یعنی ان سے لڑیں نہیں۔

۲۔ اس کے بعد خوبصورتی سے بحث مباحثہ کرنے کا حکم ہوا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "وجادلھم بالتی ھی احسن" (النحل ۱۲۵) اور ان سے خوبصورت ترین طریقے سے بحث و مباحثہ کیجیے۔

۳۔ اس کے بعد جنگ کرنے کا حکم ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا" (الحج ۳۹) کہ ان مسلمانوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کئے گئے۔

۴۔ اس کے بعد حکم ہوا کہ اگر تم سے کفار لڑائی کریں تو تم بھی ان سے لڑائی کرو "فان قاتلو کم فاقتلو ھم" (البقرہ:۱۹۱) تو اگر کفار تم سے لڑیں تو تم ان کو قتل کرو مگر محترم مہینوں میں نہیں ہاں اگر وہ ان محترم مہینوں کا احترام نہ کریں تم سے ان میں لڑیں تو تم بھی لڑو۔

۵۔ اس کے بعد حکم قتال وارد ہوا لیکن یہ حکم محترم مہینوں میں نہیں۔

محترم مہینے

محترم مہینے چار ہیں، تین متصل ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ و محرم اور ایک مہینہ الگ ہے اور وہ رجب ہے، عرب لوگ جاہلیت کے دور میں ان مہینوں کا احترام کرتے اور ان میں جنگ نہ کرتے تھے، اسلام چونکہ جنگ کو اچھا نہیں سمجھتا اس لئے فرمایا گیا ہے

کہ اگر کوئی ان مہینوں کے احترام میں تم سے نہ لڑے تو تم بھی اس احترام کے حوالہ سے ہی ان سے جنگ کرنے سے بچو ہاں جب یہ مہینے گذر جائیں تو ان ظالموں سے لڑو۔

۶۔ اس کے بعد مطلقاً حکم ہوا کہ کفار سے اس وقت تک لڑو جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہیں یا جزیہ دینے (بحیثیت ذمی تمہارے زیر حکومت ہونے) کا عہد نہ کریں جیسا کہ شامی میں ہے۔

"ثم امروابه مطلقا (بقوله تعالیٰ) و قاتلو افی سبیل الله (الآية)واستقر الامر علی هذا سرخسی ملخصا یعنی فی جمیع الازمان والاماکن سوی الحرم کمافی القهستانی عن الکرمانی ثم نقل عن الخانية ان الافضل ان لا یبتدأ فی الاشهرالحرم والمراد بقوله سوی الحرم اذا لم یدخلوا فیه للقتال فلو دخلوه للقتال حل قتالهم فيه لقوله تعالیٰ: حتی یقاتلو کم فیه" (فتاوی شامی ج۳ص۱۲۳)

ترجمہ:۔ پھر مسلمانوں کو مطلقاً جہاد کا حکم ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافروں سے لڑو پھر اسی پر حکم برقرار ہو گیا۔ یعنی تمام اوقات و مقامات میں جہاد جاری رکھنے کا حکم ہمیشہ کے لئے برقرار ہو گیا۔ سوائے حرم شریف کے پھر فتاوی خانیہ سے منقول ہوا۔ کہ افضل یہ ہے کہ حرمت والے مہینوں میں کفار سے جنگ کی ابتداء نہ کی جائے۔

امام سفیان ثوری

حضرت امام سفیان ثوری علیہ الرحمۃ و امام ابو مسلم و امام قفال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا موقف ہے کہ کافروں سے لڑنے کا حکم تب ہے جب وہ ہم مسلمانوں سے لڑیں

چنانچہ قرآن کریم کی اس آیت سے واضح ہے۔ "فان قاتلو کم فاقتلو ھم" (فتح القدیر ج ۵ ص ۴۴۲) کہ اگر وہ تم سے لڑیں تو تم ان کو قتل کرو۔ حضرت امام سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کی رائے بلا شبہ قابل غور ہے اسے بالخصوص حالات حاضرہ کے مطابق اہمیت حاصل ہے۔ تاکہ مسلمانوں پر دہشت گردی کا الزام نہ آئے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ قرآن میں فرمایا گیا "لا اکراہ فی الدین" (البقرہ ۲۵۶) دین میں کوئی جبر نہیں یعنی کسی کو زبردستی مسلمان نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب بھرپور دلائل کے ذریعے توحید کو واضح فرمادیا تو پھر غیر مسلم کے لئے اپنے کفر پر رہنے اور توحید کو قبول نہ کرنے کا کوئی راستہ نہ رہا سوائے اس کے کہ غیر مسلم کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے لیکن دنیا چونکہ ایک آزمائش کی جگہ ہے لہذا یہاں کسی کو اسلام لانے اور ایمان قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ اکراہ و جبر کے ساتھ کسی کو مسلمان بنانے کی صورت میں یہ دنیا دار الامتحان یعنی آزمائش کی جگہ نہ رہے گی (۱) چنانچہ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے "فمن شاء فلیو من و من شاء فلیکفر" (سورۃ کہف ۲۹) کہ جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے (۲) دوسری جگہ فرمایا "ولو شاء ربک لا من من فی الارض کلھم جمیعا افانتکرہ الناس حتیٰ یکونوا مومنین" (سورۃ یونس آیت ۹۹) کہ اگر تمہارا رب چاہتا تو جو لوگ زمین پر ہیں ضرور سب ایمان لے آتے تو کیا تم لوگوں کو مجبور کروگے یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں (۳) تیسری جگہ فرمایا ہے "لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مومنین ان نشا ننزل علیھم من السماء آیۃ فظلت اعنا قھم لھا خاضعین" (الشعراء ۳،۴) کہ شاید تم اس (بات) پر اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو گے کہ

وہ ایمان نہیں لاتے اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے (براہ راست) کوئی ایسی نشانی اتاریں جس کے سبب ان کی گردنیں جھک جائیں (اور وہ خوف کے مارے ایمان لے آئیں) (۴) ایک اور جگہ (یعنی لا اکراہ کے بعد ہی) فرمایا "قد تبین الرشد من الغی" (البقرہ ۲۵۶) کہ دلائل کے ذریعے ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی۔ اب ان کو ایمان لانے میں کوئی رکاوٹ نہیں، سوائے ہٹ دھرمی کے پھر ان کو ایمان لانے پر کیوں مجبور کیا جائے اور دین میں تو جبر و زبردستی ہے ہی نہیں جبر و اکراہ کی صورت میں وہ مجبوراً اسلام لانے کو ترجیح دے سکتے ہی یہ بھی تو جبر کی ایک صورت ہے جو منع ہے لہذا آیت کریمہ "وقاتلوهم حتیٰ لا تکون فتنۃ ویکون الدین کله لله" (انفال ۳۹) کہ ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سارے کا سارا اللہ کا ہو جائے یہ حکم خصوصاً اہل مکہ اور گرد و نواح کے مشرکین کے لئے ہے نہ کہ سب کفار کے لئے۔ اس سلسلے میں دلائل آگے ص ۱۴۷ تا ص ۱۵۰ پر دیکھئے۔

دو شرطیں پھر کافروں سے لڑنا

پھر کافروں سے لڑنے کی بھی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ امیر المومنین و حاکم اسلام کے حکم کے ساتھ ہو جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے دوسری شرط استطاعت و قدرت ہے اگر کفار سے لڑنے کی قوت و قدرت نہ ہو تو ہرگز نہ لڑا جائے۔ چنانچہ فتاوی شامی میں ہے۔ "وهم يقدرون على الجهاد" (ج ۴ ص ۱۲۴) کہ مسلمانوں پر کفار کے ساتھ جہاد اس وقت فرض ہے جب وہ جہاد کی قدرت رکھتے ہوں۔

۲۔ فتاوی درمختار میں ہے "اشترط لوجوبه القدرة على السلاح فان

علم انه اذا حارب قتل وان لم يحارب اسر لم يلزمه القتال" یعنی کافروں

کے ساتھ جہاد کے واجب ہونے کی شرط ہتھیار پر قدرت ہونا ہے یعنی ایک شرط یہ ہے

کہ ان کے مقابلہ کے لئے مسلمان کے پاس ہتھیار موجود ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس

کے استعمال کی طاقت بھی رکھتا ہو۔ ہتھیار نہیں ہو تو جہاد فرض نہیں ہے اور قدرت نہ ہو پھر

بھی نہیں۔ پھر اگر اسے یقین ہے کہ اس نے کافروں سے لڑائی کی تو مارا جائے گا اور اگر نہ

لڑا تو قید کر دیا جائے گا۔ تو جہاد فرض نہیں ہے بے شک قید ہوتا ہے تو قید ہو جائے۔

دور حاضر

مسلمان خاص کر نام نہاد جہادی تنظیمیں جو بیچارے ناسمجھ نوجوانوں کو جذبہ جہاد

سے سرشار کر کے ان کو کفار کی سرحد میں دھکیل کر مروا دیتی ہیں ان کے ساتھ کتنی زیادتی

کرتی ہیں یہ لوگ اپنے بیٹوں کو بھائیوں کو تو نہیں بھیجتے مگر بے چارے دوسرے

نوجوانوں کو جہاد کے نام پر بھٹکا کر ان کو مروا دیتی ہیں۔ حالانکہ ان نوجوانوں پر پہلے

دین (قرآن سنت) کا علم حاصل کرنا فرض ہے ان کے لئے بڑا بلکہ سب سے بڑا جہاد

ہے علم دین حاصل کرنا ہے تا کہ انہیں جہاد کا صحیح علم ہو جس کے بعد انہیں کوئی بھٹکا

نہیں سکے گا۔ کاش کہ حکومت اس سلسلہ کے انسداد کا کچھ سخت انتظام کرتی۔ جبکہ فقہاء

صاف صاف لکھ رہے ہیں کہ ہتھیار اور اس وقت پر قدرت استعمال کے بغیر جہاد فرض

نہیں ہے۔ آج مسلمانوں میں سے کوئی بھی ملک ایسا نہیں ہے جس کے پاس ایسے

جدید ہتھیار ہوں اور اس قدر ہوں جیسے اور جس قدر مسلمانوں سے لڑنے اور ان پر حملے

کرنے والی غیر مسلم طاقتوں کے پاس ہیں ایسی حالت میں مسلمان ان سے لڑیں گے تو

اپنا وجود ہی کھو بیٹھیں گے۔ لہذا ایسی حالت میں جہاد فرض نہیں ہے۔ چنانچہ اسکی شرح میں علامہ شامی لکھتے ہیں "حیث امکن والا سقط الوجوب لان الطاعة بحسب الطاقة" (فتاوی شامی ۴ ص ۱۲۷) کہ جہاد وہاں فرض ہے جہاں ممکن ہو اور مطلوبہ حد تک ہتھیار نہ ہونے کی صورت میں جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔ کیونکہ کسی بھی حکم شرعی کی بجا آوری یا استطاعت طاقت وقدرت پر موقوف ہے۔

فدائی حملہ

فتاویٰ شامی میں مزید لکھتے ہیں "اذا علم انه یقتل یجوز له ان یقاتل بشرط ان ینکی فیهم والا فلا (الی ان قال) واما اذا علم انه لا ینکی فیهم فانه لا یحل له ان یحمل علیهم"

(فتاویٰ شامی ۴ ص ۱۲۷)

یعنی جب مسلمان مجاہد کو یقین ہو جائے کہ اب وہ سامنے آئے ہوئے کافروں کے ہاتھوں ہر صورت قتل کر دیا جائے گا تو ایسی صورت میں ان پر فدائی حملہ کر دے تا کہ خود تو مرنا ہی ہے کچھ ان کے فوجیوں کو بھی مار کر ہی مرے۔ جنگ احد میں بعض صحابہ نے ایسا کیا تو حضور ﷺ نے ان کی تعریف فرمائی تھی۔ اور اگر اسے اس بات کا یقین نہ ہو کہ یہاں پر حملہ کر کے بھی ان کا کوئی نقصان نہیں کر سکتا تو فدائی حملہ نہ کرے۔ اور اگر وہ جانتا ہے کہ وہ دشمنان اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تو پھر ان پر حملہ نہ کرے کیونکہ اس قسم کے بے کار فدائی حملہ سے جس کا کوئی مثبت نتیجہ نہ نکلے یعنی اس میں کوئی غلبے کا پہلو نظر نہ آئے تو خواہ مخواہ اپنی جان ضائع نہ کرے۔ (شامی ج ۴ ص ۱۲۷) معلوم ہوا کہ فدائی

حملہ اس وقت جائز ہے جب دشمن اسلام سامنے آگئے ہوں اور مسلمان کو یقین ہو کہ اب وہ اسے قتل کردیں گے اور یہ کہ اس کے فدائی حملہ سے دشمنان اسلام کا جانی نقصان بھی ہوگا۔ تب ایسا کرے گویا فدائی حملہ ان تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

قتل ناحق کا حکم

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستان میں متعدد (مساجد، امام بارگاہیں، چرچز اور بازاروں) پر اندھا دھند فائرنگ کر کے یا بم بلاسٹ کر کے اجتماعی قتل کے واقعات ہوتے رہے ہیں۔ اسی طرح بعض اشخاص کو خصوصی ہدف بنا کر حملے کئے جاتے رہے ہیں۔ جنہیں عرف عام میں TARGET KILLING کہا جاتا ہے بعض علمی، سماجی، ملی اور قومی شخصیات بھی اس کا ہدف بنتی ہیں۔ اب ایک عرصے سے فکری ونظریاتی طور پر سیکولر، لبرل اور اسلام کو ناپسند کرنے والے افراد اس کا سارا ملبہ اسلام پر ڈال رہے ہیں اور ان کی رائے میں یہ سب کچھ اسلام کے نام پر ہورہا ہے۔ اور اسلام کے نام پر جذباتی نوجوانوں کو ایسی کاروائیوں پر آمادہ کیا جاتا ہے اور ان کے ذہنوں میں یہ راسخ کردیا جاتا ہے کہ گویا یہ ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہے تو جب تک اس مسئلے کے بارے میں اسلام کی شرعی احکام کو واضح نہیں کیا جائے گا، موجودہ دور میں اس کا ذمہ دار اسلام اور علماء اسلام ہی کو گردانا جاتا رہے گا، لہذا ازراہ کرم ایسی کاروائیوں کا شرعی حکم بیان فرمائیں تاکہ عام مسلمانوں کے ذہنوں میں اسلامی تعلیمات کا حقیقی تصور واضح ہو۔

مجلس فکر و نظر ڈاکٹر محمد امین سیکرٹری مجلس فکر و نظر کی طرف

سے عصر حاضر میں جہاد سے متعلق سوالات

۱۔ جہاد کی تعریف مع اقسام جہاد؟

۲۔ جہاد بالدعوۃ: کیا مسلم یا غیر مسلم معاشرے میں زبان و قلم اور دیگر پر امن ذرائع سے دین کی دعوت و تبلیغ اور اعلاء کلمۃ اللہ کی کوشش بھی جہاد ہے؟

۳۔ جہاد بالنفس: کیا دینی احکام پر عمل کے لیے اپنی ذات کی اصلاح اور اس کے لیے کوشش و جدوجہد بھی جہاد شمار ہو گی؟

۴۔ شرط امام: کیا یہ جہاد صرف کسی مسلم ریاست (یا ریاستوں) کی طرف سے ہی ہو سکتا ہے یا یہ مسلم افراد اور ان کی پرائیویٹ تنظیموں کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے؟

۵۔ شرط مقدرت: کیا یہ جہاد ہر حالت میں فرض ہوتا ہے یا صرف اس وقت جب مسلم حکومت (یا حکومتیں) اتنی طاقتور ہوں کہ کافر حکومت کی شکست کا احتمال غالب ہو؟ کیا سورۃ انفال کی دوگنا اور دس گنا والی شرط کا اطلاق یہاں ہوتا ہے۔

۶۔ اس جہاد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یعنی یہ فرض ہے یا مستحب؟

۷۔ اگر مسلم حکومت شکست کھا جائے تو کیا اس ملک کے مسلم عوام پر جہاد یا مسلح مزاحمت فرض ہو جاتی ہے؟

۸۔ اس مزاحمت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یعنی یہ فرض کفایہ ہوتی ہے یا فرض عین یا محض مستحب؟

۹۔ کیا اس حالت میں شرط امام اور شرط مقدرت ساقط ہو جاتی ہیں؟

۱۰۔ اگر محض استخلاص وطن مقصود ہو اور اس کے بعد اسلامی حکومت قائم کرنے کا عزم و اعلان موجود نہ ہو تو کیا پھر بھی یہ مسلح مزاحمت جہاد شمار ہوگی؟

۱۱۔ اگر کفار ایسے مفتوحہ ملک میں اپنی گماشتہ مسلم حکومت قائم کر دے تو کیا اس حکومت کے خلاف مسلح مزاحمت جائز ہوگی اور وہ شرعی جہاد سمجھی جائے گی؟

۱۲۔ کیا اس طرح کے دفاعی جہاد میں دشمن ملک (اور اس کے حلیف ممالک) کے اندر جا کر حملہ کرنا جائز ہوگا؟

۱۳۔ کیا اس ملک کی شہری آبادی اور شہری مقامات پر حملہ کرنا جائز ہوگا؟

۱۴۔ کیا اس ملک کے سفارت خانوں پر حملہ جائز ہوگا؟

۱۵۔ کیا اس ملک کے معاشی مفادات پر حملہ کرنا جائز ہوگا؟

۱۶۔ ساری مسلم حکومتوں پر جہاد فرض ہو جائے گا؟

۱۷۔ یا صرف مجاور مسلم حکومت پر جہاد فرض ہوگا؟

۱۸۔ یا ساری مسلم حکومتوں پر محض اس کی اعانت فرض ہوگی؟

۱۹۔ یا صرف مجاور مسلم حکومت پر اعانت فرض ہوگی؟

۲۰۔ اس اعانت کی حدود کیا ہوں گی؟ کیا محض سیاسی اعانت سے بھی حق ادا ہو جائے گا؟

۲۱۔ اس اعانت کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ یعنی فرض ہوگی یا مستحب؟

۲۲۔ اگر مسلمان ریاستیں اس متاثرہ مسلم ریاست کی مدد نہ کریں تو کیا اس صورت میں ساری امت کے مسلمانوں پر (یعنی ہر فرد مسلم پر) جہاد فرض ہو جائے گا؟

۲۳۔ یا صرف مجاور مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوگا۔

جہاد سے متعلق مختلف سوالوں کے جوابات

مجلس فکر وعمل ۲۸۲ نیلم بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

نے درج ذیل سوالات بھیجے جن کے جوابات تحریر ہیں

ا۔ جہاد کی تعریف؟

لفظ جہاد جہد سے بنا ہے۔ جہد خواہ جیم کی زبر سے ہو یا پیش سے اس کے معنی وسعت وطاقت اور تکلیف ومشقت کے ہیں۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ جہد (جیم کی فتح سے) مشقت کے معنی میں ہے اور جہد (جیم کے پیش سے) طاقت اور وسعت کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور ایک رائے یہ ہے کہ جہد (جیم کے پیش سے) صرف انسان کے لئے استعمال ہوا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے

"والذین لایجدون الاجهد هم" (التوبۃ ۷۹) اور وہ لوگ جنہیں اپنی محنت ومشقت کے سوا کچھ میسر نہیں۔ اور اسی سے لفظ "الجہاد" ہے جو یہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے اس کی خاصیت فعل کا طرفین سے صدور ہے جیسے مضاربہ دو شخصوں کا ایک دوسرے کو مارنا یا مل کر کاروبار کرنا مقاتلۃ دو شخصوں کا ایک دوسرے کے قتل کے در پے ہونا چنانچہ امام ابو القاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ اپنی کتاب "المفردات فی غرائب القرآن" میں جہاد کی تعریف لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"الجهاد والمجاهدة استفراغ الوسع فی مدافعة العدو" (صفحہ نمبر ۱۰۱ طبع بیروت) جہاد اور مجاہدہ مقابلہ میں آئے ہوئے دشمن اسلام کو دفع کرنے اور پسپا کرنے میں اپنی پوری کوشش صرف کر دینا ہے۔

یہ جہاد کی شرعی تعریف ہے اس تعریف میں دو باتیں تعریف جہاد کا حصہ ہیں ایک تو دشمن کی مدافعت ہے اور ظاہر ہے کہ مدافعت اس صورت میں ہی ہوگی جب دشمن اسلام مقابلہ میں آ گیا ہو اور مسلمان کو جانی یا مالی یا عزت وآبرو کا نقصان پہنچانا چاہتا ہو اور مسلمان کو اس کے اس ناپاک عزم وارادہ کا یقین یا کم از کم ظن غالب ہو دوسری یہ کہ مسلمان اسے دفع کرنے اور پسپا کرنے میں پوری کوشش صرف کرے۔ اس تعریف سے واضح ہو گیا کہ یہ جہاد نہیں ہے کہ کسی ایسے پرامن شخص پر جو مسلمان نہیں حملہ کیا جائے بلکہ یہ فساد ہوگا۔

۲۔ بلاشبہ زبانی تبلیغ بھی علماء کا فریضہ ہے اہل علم مسلمان کا مسلم یا غیر مسلم معاشرہ میں زبان وقلم اور دیگر پرامن ذرائع سے حکیمانہ وخوبصورت انداز میں دین اسلام کی طرف لوگوں کو بلانا اور تبلیغ کرنا اور کلمہ حق کے بول بالا کرنے کے لئے کوشش کرنا بھی جہاد ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے "جاھدوا المشرکین باموالکم وانفسکم والسنتکم (سنن ابی داؤد ج اص ۲۵۰۴) کہ مشرکوں سے کافروں سے جہاد کرو اپنے مالوں کے ذریعے جہاد کرو اور جانوں کے ذریعے اور زبانوں کے ذریعے اور امام راغب لکھتے ہیں "والمجاھدۃ تکون بالید واللسان (۱۰۱)" کہ جہاد ہاتھ اور زبان دونوں سے ہوتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کا موقع ومحل دیکھتے ہوئے اس کے مطابق دین کے بول بالا کرنے کے لئے پوری کوشش صرف کرنا جہاد ہے کہیں مال خرچ کرنا پڑے یہاں تک کہ ایک غیر مسلم غریب ہے اگر اس کی مالی مدد کرنے سے وہ اسلام کی طرف مائل ہو کر اسلام قبول کرلے تو اس پر مال خرچ کرنا بھی جہاد ہے لیکن زکوۃ سے نہ دیا جائے دوسری مد یعنی عطیات وخیرات سے مدد کی جائے

جیسے پاکستان میں بعض دوسرے مذہب کے لوگ غریب مسلمانوں کی مالی مدد کرکے ان کو اپنے مذہب پر لے جاتے ہیں ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کو بھی دوسرے مذہب کے غریبوں کی مدد اور اسلام کی سچائی سے آگاہ کرنا چاہیے ایسا کرنا بلاشبہ جہاد ہی ہے پھر اپنی جانوں سے جہاد کرنا یہ بھی استطاعت کے ساتھ مشروط ہے اور جانوں سے جہاد کی ایک نوعیت وقت دینا بھی ہے کہ وقت ہی زندگی کا قیمتی سے قیمتی سرمایہ ہے کہ دین کے بول بالا کرنے کے لئے اگر کہیں وقت دینا پڑے تو وقت بھی دے یہ بھی "بانفسکم" کی ایک تعبیر ہے ہاں اگر دفاع اسلام میں جان بھی دینی پڑے تو یہ بھی جہاد کی ایک صورت ہے جیسے قرآن واحادیث میں اس کے فضائل بھی آئے ہیں "والسنتکم" زبانوں سے جہاد کہ خوبصورت وعظ ونصیحت کرنا معقول ومنقول دلائل سے دوسروں کو اسلام کا قائل کرنا ان کے شکوک وشبہات اور غلط فہمیوں کو دور کرنا، اسلام پر ہونے والے اعتراضات کا زبان وقلم سے خوبصورت اور مؤثر انداز سے جواب دینا بھی جہاد ہے بلکہ قرآن وسنت کی رو سے یہ ہر دور کا بہترین جہاد سمجھا گیا ہے یہ وہ جہاد ہے جو تلوار سے اور بم سے بڑھ کر مؤثر ہے کہ تلوار تو دشمن کو فنا کردیتی ہے مگر خوبصورت اور مدلل وعظ ونصیحت دشمن کو موم کرکے اسلام کا قائل کردیتی ہے جس سے وہ فنا ہونے کی بجائے ابدی زندگی پا جاتا ہے۔

جہاد بالنفس بھی بلاشبہ ایک جہاد ہے بلکہ اولین جہاد یہی ہے یعنی اپنی اصلاح کرنا جب تک اپنے ایسے نفس باطن دشمن کو زیر نہ کرے دوسرے ظاہر دشمن کو زیر کرنے کا سوچنا عقلمندی نہیں ہے۔ نفس تو ظاہری دشمن سے بھی بڑا دشمن ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ "اعدی اعداء ک نفسک" (کشف الخفا للعجلونی

ج ا ص ۱۶۰) کہ تیرے دشمنوں میں سے سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے کیونکہ نفس انسان کو برائیوں پر آمادہ کرتا ہے بلکہ انسان کو کافر تک بنا دیتا ہے اس لئے اس سے جہاد کرنا افضل جہاد ہے لیکن اس کی تربیت مرشد سے ملتی ہے اللہ والوں کا دامن پکڑنے سے ملتی ہے اس لئے قرآن میں چھٹے پارے سورۂ مائدہ میں وسیلہ ڈھونڈنے کا حکم ہوا ہے جس کے ذریعے انسان اپنے نفس کی اصلاح کرے اور وہ ایسا صحیح العقیدہ عالم ہی ہوسکتا ہے جسے قرآن وحدیث وفقہ اسلامی اور تصوف پر عبور ہو۔

۲۔ دوسری حدیث میں ہے "اعدی الاعداء نفسک التی بین جنبیک" (اتحاف السادة المتقین ج ۷ ص ۔۹۔ ص ۳۳) کہ تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دو پہلوؤں کے درمیان ہے۔

۳۔ تیسری حدیث میں ہے "المجاھد من جاھد نفسہ" (مسند امام احمد ج ۶ ص ۲۰۔۲۲) کہ بڑا مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔

جہاد کی تین قسمیں ہیں

امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ المفردات میں جہاد کی تین قسمیں لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

الجهاد ثلاثة اضرب (۱) مجاهدة العدو الظاهر (۲) مجاهدة الشيطان (۳) ومجاهدة النفس (ص ۱۰۱)۔ کہ جہاد کی تین قسمیں ہیں ایک ظاہری دشمن اسلام سے جہاد کرنا۔ دوسرا باطنی دشمن شیطان سے جہاد کرنا۔ تیسرا نفس سے جہاد کرنا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

وقد خل ثلاثتها فی قوله تعالیٰ (۱)وجاهد وا فی الله حق جهاده (۲)وجاهد وا باموالکم وانفسکم فی سبیل الله (۳)ان الذین آمنوا وهاجروا وجاهدوا باموالهم و انفسهم فی سبیل الله"

تراجم

(۱)اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسے جہاد کرنے کا حق ہے۔

(۲)اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو اپنے مالوں کے ذریعے اور اپنی جانوں کے ذریعے۔

(۳)اور بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ذریعے جہاد کیے۔ یاد رہے کہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنا وطن چھوڑنا، عزیز واقارب سے دور چلے جانا اور مال ومتاع اور گھر بار کو خیر باد کہنا یہ نفس پر انتہائی مشکل ہے، نفس یہ نہیں چاہتا مگر ایسا کرنا جہاد بالنفس ہے اس کے بعد امام راغب فرماتے ہیں۔

کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جاهدوا اهواء کم کما تجاهدون اعداء کم" (المفردات ۱۰۱) کہ تم اپنی خواہشات نفس سے ایسے جہاد کرو جیسے تم اپنے اسلام دشمنوں سے جہاد کرتے ہو۔

دوسری حدیث میں ہے۔

"جاهدوا بانفسکم بالجوع والعطش" (اتحاف السادة المتقین ۷ ص ۳۸۶ ص ۳۹۴) کہ تم اپنے نفسوں کے ساتھ بھوک اور پیاس کے ذریعے

جہاد کرو۔ اس میں روزہ بھی داخل ہے اور اپنا کھانا پینا اپنے سے بڑھ کر ضرورتمندوں کو دے دینا بھی شامل ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔ "ویؤثرون علی انفسھم ولوکان بھم خصاصۃ" (الحشر ۹) کہ میرے محبوب و مقبول بندے وہ ہیں جو اپنے اوپر دوسرے حاجتمندوں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود حاجتمند ہوتے ہیں۔ یہ اسی جہاد بالنفس کی طرف اشارہ ہے

جہاد اکبر

بلکہ حدیث شریف، قرآن وسنت کی تعلیم کو فروغ دینے لوگوں کو قرآن وسنت پر عمل کرنے کی دعوت دینے، اپنی اور دوسروں کی اصلاح کرنے اور معاشرہ میں عدل وانصاف قائم کرنے کو جہاد اکبر (بڑا جہاد) فرمایا گیا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ "رجعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر" کہ ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے ہیں اسی جہاد کی طرف اشارہ ہے۔

صدر پرویز مشرف

صدر پاکستان جناب جنرل پرویز مشرف صاحب نے ایک بار اپنے بیان میں جب جہادی تنظیموں کی توجہ اس حدیث کی طرف مبذول کرائی اور فرمایا کہ یہ لوگ جو جہاد جہاد کی رٹ لگاتے اور اپنے مخالفین کے قتل کرنے کا نام جہاد رکھتے ہیں وہ اس بڑے جہاد کی بات کیوں نہیں کرتے جس کی معاشرہ کو زیادہ بلکہ سخت ضرورت ہے انہوں نے اس حدیث کا حوالہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آتے ہیں"۔ تو لشکر طیبہ اور "الدعوۃ" کے نائب امیر جناب بو

حمزہ نے اپنے ایک اخباری بیان میں کہا کہ صدر نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے یہ کوئی

حدیث ہے ہی نہیں۔ میں نے باقاعدہ اس حدیث کے متعدد کتب حدیث سے حوالہ

جات نوٹ کر کے اسلام آباد میں ہونے والی صدر صاحب کے ساتھ ایک میٹنگ میں ان

کے ہاتھ میں دے کر ان سے گزارش کی کہ آپ کی پیش کردہ حدیث پر ابوحمزہ صاحب

نے تنقید کرتے ہوئے اخباری بیان میں کہا کہ ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔ یہ لیجئے میں

نے آپ کے لئے اس حدیث کا ثبوت متعدد کتب حدیث کے حوالوں سے پیش کر دیا

ہے۔ صدر صاحب نے اسے دیکھا تو بہت خوش ہوئے اس حدیث کے حوالہ جات

قارئین کے لئے پیش کئے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

اقدامی جہاد

دشمن اسلام کے خلاف مسلح جدوجہد اس صورت میں جائز ہے جس میں کسی بے

قصور کی جان و مال کو نقصان نہ پہنچایا جائے جو دعوت حق یا تبلیغ اسلام میں رکاوٹ

ڈالنے میں شریک نہیں ہے ایسے شخص کو قتل کرنے والا جس نے کسی کو قتل نہیں کیا بہت بڑا

گناہ گار ہے حدیث میں ہے "ان اعدی الناس علی اللہ القاتل غیر قاتلہ"

(بیہقی ج ۸ ص ۲۶) کہ اللہ کا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جس نے کسی ایسے شخص کو قتل کیا

جس نے کسی کو قتل نہیں کیا لہذا اس بات کا خیال رکھنا چاہیے ایسی صورت میں تو پر امن

لوگوں پر فدائی حملے بھی حرام قرار پاتے ہیں۔ اسی طرح کا فدائی حملہ کرنے والا جس

میں بے قصور بھی مارے جائیں مجاہد نہیں بلکہ اللہ کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ نیز اس مسلح

جدوجہد میں وہاں کے مسلمان باشندوں پر ان کی غیر مسلم حکومت کی طرف سے کوئی

آفت ومصیبت ڈالنے اور جوابی طور پر مسلمانوں کے قتل کیے جانے کا خطرہ بھی نہ ہو اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ مسلح جدوجہد کرنے والا بے قصور اور پر امن لوگوں کے قتل کا مرتکب ہوگا یا وہ خود بھی مارا جائے گا اور اس کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کو بھی ان کی غیر مسلم حکومت تنگ کرے گی کہ ان کی جان ومال اور عزت وآبرو کو نقصان پہنچائے گی تو ایسی صورت میں ہرگز مسلح جدوجہد کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

ا۔ایک تو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا" (البقرہ:۲۸۶)

کہ اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

۲۔دوسرا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ" (البقرہ ۱۹۵)

کہ اپنے ہاتھوں ہلاکت مول نہ لو۔

ایسی صورت میں مسلح جدوجہد کرنے کی ہرگز اجازت نہیں اس کی بجائے زبانی تبلیغ کر کے لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا چاہیے پھر دور نہ ہوگا کہ وہاں کے باشندے بکثرت اسلام میں داخل ہوں گے اور اسلام کی سنہری تعلیم سے آگاہ ہو کر اسلام کی پر امن تبلیغ میں شامل ہو جائیں گے۔

نیز جہاد میں امام کی بھی شرط ہے۔اور یاد رہے کہ جہاد امام وامیر کی اجازت اور اس کی سرپرستی میں ہونا ضروری ہے۔ مسلم افراد کی پرائیویٹ تنظیموں کو اپنے اپنے طور پر اعلان جہاد کا آغاز یا جہاد کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ جہاد نہیں ہے چنانچہ احادیث مبارکہ میں ہے۔

ا۔ایک حدیث شریف میں ہے۔

"جاھد و امع کل امیر" (ابن ماجہ کتاب الجنائز حدیث نمبر ۳۱) کہ ہر حکمران کے ہمراہ ہو کر جہاد کرو یعنی حکمران خواہ کیسا ہی ہو تمہیں پسند ہو یا نہ پسند ہو جب وہ جہاد کا حکم دے تب اس کے حکم پر جہاد کرو۔

۲۔ دوسری حدیث میں ہے

"جاھد و امع کل امیر بر او فاجر " (نصب الرایۃ ۳ ص ۲۷) کہ ہر امیر (حکمران) کے ہمراہ ہو کر جہاد کرو خواہ وہ نیک ہو یا گنہگار ہو۔

۳۔ تیسری حدیث میں ہے کہ

"الامام جنۃ یقاتل بہ" (جمع الجوامع للسیوطی حدیث ۱۴۴_۱) حکمران ڈھال ہے اس کے ذریعے جہاد کیا جائے۔

۴۔ چوتھی حدیث میں ہے۔

"اذا استنفرتم فانفروا" (ابوداؤد ج ا ص ۳۴۳، مشکوۃ ص ۳۳۱) کہ جب تم کو جہاد کے لئے روانگی کا کہا جائے تو روانہ ہو جاؤ۔

اسکی شرح میں امام علی بن سلطان القاری المکی م ۱۰۱۴ھ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں۔

"معناہ اذا طلبکم الامام للخروج الی الجہاد" (مرقاۃ شرح مشکوۃ ۷ ص ۳۸۳،۳۸۲) کہ جب حاکم وقت تمہیں جہاد کا حکم دے تب تم جہاد کو نکلو۔

ان چاروں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ جہاد کا حکم دینا کسی پرائیویٹ تنظیم کا کام نہیں بلکہ یہ حاکم وقت کا کام ہے لہذا اگر کوئی کسی پرائیویٹ تنظیم کے کہنے پر جہاد کے خیال سے نکلا تو وہ مجاہد نہ ہوگا نہ ہی اس کا عمل جہاد ہوگا اور اگر قتل ہو گیا تو اس صورت میں اس پر شہید ہونے کا اطلاق نہ ہوگا یعنی اسے شہید بھی نہیں کہا جائے گا۔

۵۔ اگر مسلمانوں کے پاس ویسا جدید اور دور مار کرنے والا ہتھیار اور تباہ کن اسلحہ نہیں ہے جس کا جواب وہ لڑنے والے کافروں کو دے سکیں تو ایسی صورت میں ان پر قتال وجہاد بالسیف وبالاسلحہ فرض نہ ہوگا۔ بلکہ جہاد باللسان وبالتبلیغ بمطابق حسن اخلاق وحسن بیان کرنا ہوگا تاکہ ایسا نہ ہو کہ مسلمان مقابلہ میں آنے والے دشمن اسلام کے سخت مہلک ہتھیاروں کی زد میں آکر اپنی جانیں اور اپنا ملک نہ دے بیٹھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

"ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ"

اپنے ہاتھوں ہلاکت مول نہ لو

۶۔ جہاد اسی وقت فرض ہے جب کوئی اسلام کا دشمن مسلمانوں پر یا ان کے دین پر حملہ کرے کہ اعلانیہ دین اسلام کو برا کہے اور اس کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے لگے۔ لیکن یہ اس صورت میں فرض ہوگا جب مسلمان اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ ورنہ کم از کم غلط پراپگنڈا کا جواب علمی ومعقول انداز کے ساتھ تحریری وتقریری اور میڈیا کے ذریعے خوبصورت طریقے سے تو دیا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ یہ وقت کا بہترین جہاد ہے۔

۷۔ اگر کوئی مسلم حکومت شکست کھا جائے تو وہاں کے عوام پر ہرگز مسلح جدوجہد اور مزاحمت فرض نہیں ہے بلکہ مسلح جدوجہد سے مسلمانوں کو مزید نقصان پہنچے گا افغانستان اور بغداد وعراق کا معاملہ سامنے رکھ کر سوچئے۔

۸۔ جیسا کہ گذرا کہ احکام شرعیہ میں سے کسی بھی حکم کی بجاآوری کے لئے استطاعت وقدرت شرط ہے چنانچہ فتاوی درمختار میں ہے۔"ولا بد لفرضیتہ من

قید وھو الا ستطاعۃ" کہ جہاد کے فرض ہونے کے لئے استطاعت وطاقت شرط ہے پھر علامہ شامی فرماتے ہیں۔"والا سقط الوجوب لان الطاعۃ بحسب الطاقۃ" اور اگر دشمن اسلام سے مقابلہ ومقاتلہ (لڑائی) کی طاقت نہیں ہے تو اس سے لڑنا فرض نہیں ہے۔

۹۔اس صورت میں اپنے آپ کو بچانا اور حکمت عملی اختیار کرنا چاہیے۔قرآن کریم میں ہے"واعدو الھم ما استطعتم" کہ دشمن اسلام سے مقابلہ کے لئے اپنی قوت پیدا کرو۔ظاہر ہے کہ قوت افراد سے بھی ہوتی ہے اور اسلحہ سے بھی۔دشمن اسلام کا جواب دینے کے لئے جیسی اس کے پاس طاقت ہے ویسی طاقت ہونی چاہیے۔آج کے دور میں لڑائی افراد کی بجائے اسلحہ کی کثرت سے لڑی جاتی ہے اب افراد کے ایک گنا اور دوگنا ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔

۱۰۔کسی ملک کو وہاں اسلامی نظام کے قائم کرنے کے جذبہ سے غیر مسلموں کے قبضہ سے چھڑانا بھی اس وقت ضروری ہے اور جہاد کا درجہ رکھتا ہے جب بے قصور اور پر امن لوگوں کے قتل وغارت کے بغیر ایسا کرنا ممکن ہو۔اگر ان کے قتل وغارت کے بغیر ممکن ہو تو ایسا کریں بلا شبہ یہ جدوجہد جہاد قرار پائے گی اور اگر قتل وغارت کے بغیر ممکن نہ ہو تو پھر ایسا نہ کریں کہ بے قصور اور پر امن لوگوں کا قتل ہرگز جہاد نہیں بلکہ حرام ہے اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا پھر اگر وہاں کے مسلمانوں کو عبادات کی ادائیگی کی اعلانیہ اجازت ہو تو وہاں رہ کر عبادات کا نظام قائم رکھیں اور حصول آزادی کے لئے پر امن طریقہ سے تحریری،تقریری اور سیاسی دباؤ جاری رکھیں وہاں ایسی مسلح مزاحمت جس سے وہاں مزید قتل وغارت ہو جہاد نہ ہوگا۔میرا خیال ہے کہ آج کے دور میں ایسا ہونا

ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی ملک مسلمانوں کو عبادات کی بجا آوری کی آزادی نہ دے لہذا آزادی نہ ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ اقوام متحدہ کے قانون میں طے شدہ ہے کہ ہر ملک اپنے باشندوں کو مذہبی آزادی دے ایسی صورت میں وہ ملک جس میں مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل ہو دارالاسلام ہی کہلائے گا۔ خواہ اس ملک کے حکمران عیسائی ہوں، یہودی ہوں، ہندو ہوں، یا سکھ ہوں یا منکرین خداہوں جیسے چین، روس اور جیسے متحدہ ہندوستان میں مغلیہ خاندان کے مسلمان حکمرانوں وبادشاہ تھے پھر انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کرلیا مگر مسلمانوں کو عبادات اور عبادات کے علاوہ نکاح طلاق وغیرہ ایسے احکام کی آزادی تھی اس لئے امام احمد رضا بریلوی اور علامہ اشرف علی تھانوی ایسے جید علماء نے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا۔ اور وہاں کے کسی دوسرے مسلم ملک افغانستان وغیرہ کی طرف ہجرت کرنے سے منع کیا بلکہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے تو اس پر ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے "اعلام الاعلام بان ھندوستان دار الاسلام" جس میں آپ نے شرعی دلائل کی روشنی میں ثابت فرمایا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے لہذا یہاں سے مسلمانوں کو ہجرت کرنا جائز نہیں ہے (ملاحظہ ہو" اعلام الاعلام")

ا۱۔ ایسا مفتوحہ ملک جس میں فاتح کی مرضی کے مسلمان حکمران ہوں وہاں کسی طرح بھی مسلح جدوجہد جائز نہیں ہے۔ امن وامان سے رہنا چاہیے اور قرآن کے فرمان کے مطابق "وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان" (سورۂ مائدہ آیت نمبر۲) کہ اچھے کاموں میں تعاون کریں اور برے کاموں میں تعاون نہ کریں۔

۱۲۔ کسی بھی ملک کے اندر جا کر حملہ کرنا خواہ وہ حلیف ہو یا نہ ہو درست نہیں ہے اسلام قتل ناحق کی اجازت ہرگز نہیں دیتا چنانچہ ہم رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل کر چکے ہیں کہ اللہ کا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو ایسے شخص کو قتل کر دے جس نے قتل نہیں کیا۔

۱۳۔ لہذا کسی بھی ملک کی شہری اور غیر شہری پر امن آبادی پر حملہ کرنا قطعا حرام اور ناجائز ہیں فدائی یا خودکش حملے صرف حالت جنگ یعنی میدان جنگ میں جائز ہیں یعنی ان پر فدائی حملے جائز ہیں جو مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے میدان میں مسلح ہو کر آگئے ہیں اور مسلمانوں کو یقین ہو کہ اب وہ انہیں قتل کریں گے۔

۱۴۔ کسی بھی ملک کے سفارتخانوں پر اور معاشی مفادات پر بھی حملے حرام، ناجائز وظلم اور وحشت گردی ہے

۱۵۔ ایک مسلم ملک پر غیر مسلموں کے قبضہ سے سارے اسلامی ملکوں پر جہاد اس وقت فرض ہوگا جب ان کے پاس اس قدر اور اسی جیسا جدید اسلحہ موجود ہو جو قابض ملک کے پاس ہے ورنہ نہیں۔

۱۷۔ مجاور مسلم حکومت پر بھی جہاد برابری کی قدرت واستطاعت کی صورت میں فرض ہوگا ورنہ نہیں۔

۱۸۔ ساری مسلم حکومتوں پر بھی اسی طرح کی برابر قوت واستطاعت کی صورت میں فرض ہوگا ورنہ نہیں۔

۱۹۔ کسی بھی ملک کو ناجائز قابض ملک کے قبضہ سے ایسی مسلح جدوجہد کے ذریعے چھڑانا بھی یقینی یا ظن غالب پر مبنی کامیابی کے حصول کی امید پر فرض ہے ورنہ نہیں کہ ایک ملک کو قبضہ سے چھڑانے میں کام آسکے۔ ورنہ کم از کم سفارتی سطح کی حد

تک بقدر استطاعت سے تو فرض ادا ہو جائے گا اور ہر ملک پر بھی اس کی ممکنہ طاقت کی حد تک فرض ہو گا بہ مطابق محاورہ ''صاحب البیت ادری بما فیہ'' کہ گھر والے کو اس کا زیادہ علم ہے جو اس کے گھر میں ہے۔

۲۰۔ دوسرے ملک میں رہنے والے مسلمانوں کی ایسی اعانت کرنا فرض ہوگی جس سے اپنے ملک اور دوسرے ملکوں میں فساد و خرابی نہ ہو بلکہ امن قائم رہے۔

۲۱۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ جہاد بقدر استطاعت اور اپنی حکومت کی اجازت سے جائز ہے اور کوئی ایسا قدم اٹھانا منع ہے جس سے امن و امان کو خطرہ لاحق ہو۔ اور ملک و اسلام بدنام ہو۔

۲۲۔ باقی سب سوالات کے جوابات یہ ہیں کہ دفاعی جہاد کی صورت میں میدان میں جب دشمن سر پر چڑھ آئے خودکش حملہ اس صورت میں جائز ہے جس میں یہ یقین ہو کہ وہ مسلمانوں کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑے گا اس کے علاوہ اپنے ملک کے قوانین وضوابط کی سختی سے پابندی کرنا چاہیے قرآن کا حکم ہے کہ حکمران خواہ کیسا بھی ہو ملک کی بہتری کے لئے اس کی اطاعت کی جائے اس کے وضع کردہ قوانین جس میں قرآن وسنت کے کسی واضح حکم کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو اُسکی پابندی ضروری ہے۔ ہر وہ کام جس سے زمین پر فساد برپا ہو، قتل ناحق ہو لوگوں میں خوف وہراس پیدا ہو امن وامان وسکون کو خطرہ لاحق ہو، ہرگز جہاد نہیں بلکہ ایسا کرنا فساد ہے۔ ہر صورت لوگوں کو ان بین الاقوامی قوانین وضوابط پر عمل کرنا چاہیے جن سے دنیا میں امن قائم رہے۔

۲۳۔ سب مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن وسنت کی بنیاد پر ایک امت مسلمہ ہو جائیں اور ایک ہی نام مسلم کہلوائیں۔ دیوبندی بریلوی، شیعہ وسنی

واہحدیث ایسے الگ الگ فرقوں کے حوالے سے اپنی پہچان کرانا امت کو مزید تقسیم کرنا ہے۔ لفظ سنی تو معتزلہ کے مقابلہ میں وضع ہوا تھا جس کا آج وجود ہی نہیں ہے اور رہا کسی کو کافر کہنا تو جو ختم نبوت کا منکر ہو وہ تو مسلمان نہیں ہے قرآن کریم جو امت میں چلا آرہا ہے اسے ایک کامل و مکمل کتاب یقین نہ کرنے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی جسے قرآن کریم نے بیان فرما کر بہتان تراشوں کو جھوٹا ٹھہرایا اس پر شک کرنے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی کے الفاظ بولنے یا لکھنے اور ان کی تائید کرنے کو اور اسی طرح کے امت کے اجماع قطعی ایسے فیصلوں کو غلط ٹھہرانے کو امت کے علماء نے بالاتفاق کفر قرار دیا ہے غرضیکہ وہ باتیں جن کو امت کے علماء نے بالاتفاق کفر ٹھہرایا۔ اس کو کفر ٹھہرانا تو اپنے ایمان بچانے کے لئے ضروری ہے اور ویسے کسی بھی فرقے کو ماسوائے قادیانیوں کے من حیث الفرقہ کافر نہ کہا جائے۔

اگر ایک مسلمان حکومت یا غیر مسلمان حکومت میں ایک مسلمان کسی دوسرے کلمہ گو شخص کو اپنے خیال میں اس کے عقائد کو کفریہ سمجھتا ہے تو اسے بھی ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسے قتل کرے یا اس کے قتل میں امداد و اعانت کرے۔ بلکہ علماء کے ذریعے اس کی اصلاح کی کوشش اور خوبصورتی اور معقول طریقے سے اسے سیدھے راستے پر لانے کی کوشش کرے اگر کامیاب ہو گیا تو بہت بڑا ثواب ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے ”اصلاح نفس واحدۃ خیر من الدنیا وما فیھا“ کہ ایک انسان کی اصلاح (اسے سیدھے راستے پر لانا) دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اسے بہتر ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا بھر کے غیر مسلموں سے جہاد کرنا فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ

"وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين كله لله"

(سورۂ انفال آیت نمبر ۳۹)

ترجمہ:۔ کافروں سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سارے کا سارا اللہ کے لیے ہو جائے۔

لہذا جب تک ساری دنیا سے کفر و شرک کا فتنہ ختم ہو کر دین اسلام غالب نہ آجائے اس وقت تک مسلمانوں کو کافروں سے لڑتے رہنا چاہیے۔

تحقیق یہ ہے کہ اس آیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کیونکہ اس آیت سے مراد جزیرہ عرب کے کافر و مشرک ہیں دنیا بھر کے کافر و مشرک مراد نہیں ہے اور نہ ہی ایسا ممکن ہے بلکہ ایسا تو امام مہدی کے ظہور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کے بعد ہی ممکن ہوگا بلکہ اس وقت ضرور ایسا ہوگا۔ جیسا کہ ہم پہلے قرآن کریم اور فقہ اسلامی کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کی طاقت سے زیادہ کسی بات کا حکم نہیں دیتا۔ چنانچہ اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام المفسرین امام فخر الدین رازی م ۶۰۶ھ اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔

(ویکون الدین کلہ للہ) فی ارض مکۃ وما حوالیھا لان المقصود حصل ھناک، قال علیہ السلام ولا یجتمع دینان فی جزیرۃ العرب" ولا یمکن حملہ علی سائر البلاد اذلو کان ذالک مرادالما بقی الکفر فیھا مع حصول القتال الذی امر اللہ بہ" (تفسیر کبیر ا ص ۱۶۴)

کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کافروں اور مشرکوں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ دین مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس سارے کا سارا اللہ کا ہو جائے اور یہاں یہ مقصود حاصل ہو گیا چنانچہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جزیرہ عرب میں دو دین جمع نہ ہوں گے یعنی جزیرہ عرب میں صرف اللہ کا دین، دین اسلام ہی کی حکمرانی ہوگی۔ کیونکہ اگر یہی مطلب ہوتا کہ کافروں سے لڑو یہاں تک کہ دنیا بھر میں دین اسلام پھیل جائے تو جو اسلامی جہاد ہوئے ان سے دنیا بھر میں اسلام ہی اسلام ہوتا لیکن ایسا نہیں ہوا لہذا معلوم ہوا کہ آیت کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہی ہے جو ہم نے بیان کیا کہ لڑو یہاں تک کہ مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس یعنی جزیرہ عرب میں اسلام ہی اسلام ہو کوئی دوسرا دین نہ ہو اور یہ مقصد بحمدہ تعالیٰ پورا ہو گیا کہ جزیرہ عرب میں اب ایک اللہ کا دین یعنی اسلام ہی ہے کوئی اور دین وہاں نہیں ہے۔

اس آیت کو دنیا بھر کے سب غیر مسلم شہروں یا ملکوں پر محمول کرنا (کہ سب سے جہاد فرض ہے جب تک کہ وہ اسلام قبول نہ کریں یا جزیہ دے کر اسلام کی زیر حکمرانی نہ آجائیں) ممکن نہیں ہے کیونکہ کسی کو جبراً مسلمان بنانا قرآن کریم کی تعلیم وہدایت کے خلاف ہے۔

جزیرہ عرب جہاں ضروری ہے کہ صرف اور صرف

اسلام کی حکمرانی ہو کا جغرافیہ یہ ہے

جزیرہ عرب کا جغرافیہ

ملک عرب براعظم ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ چونکہ اس کو تین طرف سے تو سمندر نے اور چوتھی طرف سے دریائے فرات نے جزیرے کی طرح گھیرا ہوا ہے اس لئے اسے جزیرہ عرب کہتے ہیں۔ اس کے شمال میں بلاد شام و عراق ہیں۔ مغرب میں بحر احمر یعنی قلزم، جنوب میں بحر ہند اور مشرق میں خلیج عمان اور خلیج فارس ہیں۔ اس کا طول شمالاً جنوباً پندرہ سو میل کے قریب اور اوسط عرض شرقاً غرباً آٹھ سو میل ہے۔ اس کا رقبہ ایک لاکھ بیس ہزار مربع میل یعنی براعظم یورپ کی ایک تہائی کے قریب ہے علمائے جغرافیہ نے بر بنائے طبیعت ارضی اس ملک کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا ہے جن کا بیان بطریق اختصار نیچے لکھا جاتا ہے۔

ا۔ اقلیم حجاز جو مغرب میں بحر احمر کے ساحل کے قریب واقع ہے حجاز سے ملحق ساحل بحر کو جو نشیب ہے تہامہ یا غور کہتے ہیں اور حجاز سے مشرق کو جو حصہ ملک ہے وہ نجد (زمین مرتفع) کہلاتا ہے حجاز چونکہ نجد و تہامہ کے درمیان حاجز وحائل ہے۔ اس لئے اسی نام حجاز سے موسوم ہے حجاز کے مشہور شہروں میں مکہ مشرفہ ہے جو مشرق میں جبل ابو قبیس اور مغرب میں جبل قیقعان کے درمیان واقع ہے اس شہر مبارک میں نوشیرواں کی تخت نشینی کے بیالیسویں سال، سالِ فیل میں ربیع الاول کی بارھویں تاریخ کو سیدنا ومولانا محمد مصطفی ﷺ پیدا ہوئے خانہ کعبہ (بیت اللہ شریف) فیل کا معنی ہاتھی ہے یہ وہ سال تھا جس میں ملک یمن کا بادشاہ ابرہہ ہاتھیوں کو لے کر کعبہ شریف کو گرانے کے لئے مکہ مکرمہ آیا پھر اللہ نے اسے تباہ کر دیا۔ اسی شہر میں ہے مناسک حج کے مشہور

مقامات میں سے صفا اور مروہ تو بیت اللہ شریف کے عین قریب ہی ہیں منیٰ تین میل مشرق کو ہے منیٰ سے اسی قدر فاصلے پر مشرق کی طرف مزدلفہ ہے پھر سے مشرق کو اتنے ہی مسافت پر عرفات ہے مکہ شہر سے شمال کی طرف قریباً دوسو میل کے فاصلہ پر مدینہ منورہ ہے جہاں حضور سرور کائنات علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ کا مزار مقدس واقع ہے مدینہ منورہ سے قریباً تین میل شمال کو جبل احد ہے جہاں مشرکین مکہ سے جنگ ہوئی اسے جنگ احد کہتے ہیں وہاں حضرت حمزہ حضور ﷺ کے چچا شہید ہوئے اور وہاں اب تک حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک موجود ہے۔

مکہ مشرفہ کی بندرگاہ جدہ ہے جو ۴۴ میل کے فاصلے پر بحیرہ قلزم کے ساحل پر واقع ہے مدینہ منورہ کی بندرگاہ ینبوع ہے۔

اس اقلیم حجاز میں حرمین شریفین کے علاوہ بدر، احد، خیبر، فدک، حنین، طائف اور غدیر خم اسلامی تاریخ میں بہت مشہور ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا شہر مدین تبوک کے محاذ میں ساحل بحر احمر پر واقع ہے۔ مقام حجر میں جو وادی القریٰ میں ہے قوم ثمود کے نشانات اب تک پائے جاتے ہیں طائف اہل مکہ مشرفہ کا ٹھنڈا مقام ہے یہاں کے میوے مشہور ہیں۔

۲۔ اقلیم یمن جو حجاز کے جنوب میں بحر احمر اور بحر ہند کے ساحل سے متصل واقع ہے اس کی یمن و برکت کعبۃ اللہ سے جانب یمین (دائیں طرف) ہونے کے سبب سے ہے اس لئے اس نام سے موسوم ہے۔ اس اقلیم میں نجران، صنعاء اور سبا و مآرب مشہور تاریخی مقامات ہیں مخنہ، حدیدہ اور زبید تجارتی حیثیت رکھتے ہیں۔ صنعاء دار السلطنت ہے جو عدن سے ۱۴۸ میل ہے

۳۔ اقلیم حضر موت جو یمن کے مشرق میں بحر ہند کے ساحل سے متصل واقع ہے اس کے مشہور شہر تریم اور شبام دار السلطنت ہے ان کے علاوہ مرباط ظفار، شحر اور مکلہ ساحل پر واقع ہیں۔

۴۔ اقلیم مہرہ جو حضر موت کے مشرق میں واقع ہے یہاں کے اونٹ مشہور ہیں جنہیں قبیلہ مہرہ کی نسبت کر کے اہل مہریہ بولتے ہیں یہاں کے باشندوں کی غذا عموماً مچھلی ہے۔

۵۔ اقلیم عمان جو مہرہ، بحر ہند اور بحر عمان کے ساحل سے ملحق ہے اس کے مشہور شہروں میں سے مسقط اور صحار ہیں۔

۶۔ اقلیم الاحساء جسے بحرین بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ بحر فارس و بحر عمان کے ساحل پر واقع ہے۔

۷۔ اقلیم نجد جو حجاز کے مشرق اور صحرائے شام کے جنوب میں ہے۔ اسی اقلیم کی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔ اسی اقلیم کے شمالی حصے میں حرب داحس اور حرب بسوس وقوع میں آئیں جن میں بہت سے لوگ مارے گئے اور یہ جنگیں کئی سال تک چلتی رہیں۔

۸۔ اقلیم الاحقاف جو عمان واحساء ونجد وحضر موت ومہرہ کے درمیان میں ایک وسیع بے آباد صحرا ہے، حضرت ہود علیہ السلام کی قبر مبارک حضر موت کے متصل احقاف ہی میں ہے۔ (سیرت رسول عربی ۱۱۔۱۲۔۱۳)

جزیرہ عرب کے حدود اربعہ معلوم ہونے کے بعد کچھ مزید حوالے بھی پیش خدمت ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام پھیلانے کے لئے کسی بھی ملک سے جہاد

وقتال (لڑائی) کی اجازت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم جو ہے کہ "وقاتلوهم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین کله لله" "جہاد وقتال کرو یہاں تک کہ (شرک کا) فتنہ باقی نہ رہے اور دین سارے کا سارا اللہ کا ہو جائے"۔

کا تعلق صرف اور صرف جزیرہ عرب سے ہے نہ کہ ساری دنیا سے چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس کی تفسیر میں ہے (وقاتلوهم) یعنی کفار اهل مکة (حتی لا تکون فتنة) الکفر والشرک وعبادة الاوثان وقتال محمد ﷺ فی الحرم (ویکون الدین) فی الحرم والعبادة (کله لله) حتی لایبقی الا دین الاسلام (تفسیر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ص ۱۹۲)

یعنی مکہ کے کافروں سے لڑو یہاں تک کہ ان کے کفر وشرک بت پرستی اور حرم میں محمد ﷺ کے ساتھ لڑائی کا سلسلہ باقی نہ رہے اور دین وعبادت حرم میں کل کی کل اللہ ہی کے لئے ہو۔

نیز امام قاضی ابو محمد عبدالحق بن غالب عطیہ اندلسی۔م۔ ۵۴۶ھ اپنی تفسیر "المحرر الوجیز" میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ "قال ابن سلام وهی فی مشرکی العرب" (ج ۸ ص ۶۶) امام ابن سلام نے فرمایا کہ یہ آیت مشرکین عرب کے بارے میں ہے۔

امام ابوالليث نصر بن محمد سمرقندی م ۳۷۵ھ "وقاتلوهم حتی لا تکون فتنة الخ" کے تحت لکھتے ہیں۔ یعنی لا یکون الشرک بمکة حتی لا یتخذو اشرکاء ویوحدوا ربهم الخ (تفسیر السمرقندی المسمی بحر العلوم۔ ج ۱۔ ص ۱۸۰) یعنی ان سے لڑو حتی کہ مکہ میں شرک نہ رہے حتی کہ لوگ خدا کے شریک نہ ٹھہرائیں اور اپنے رب کو ایک سمجھیں۔

مکہ مکرمہ کے شیخ الحدیث والتفسیر علامہ محمد امین علوی شافعی اپنی تفسیر ''حدائق الروح والریحان'' جسے انہوں نے ۱۴۱۷ھ کو مکمل فرمایا میں لکھتے ہیں ۔ترجمہ:۔(اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے)یعنی دین میں فتنہ نہ رہے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد ﷺ اور جو تمہارے ساتھ ایمان والے ہیں کافروں سے لڑو یہاں تک کہ کافروں کا تمہیں تکلیفیں پہنچانے کا فتنہ باقی نہ رہے جیسا کہ انہوں نے تمہیں مکہ میں اس وقت تکلیفیں پہنچائیں جب ان کا غلبہ تھا ان کے پاس قوت وطاقت تھی جب انہوں نے تمہارے دین کی وجہ سے تمہیں مکہ سے نکالا پھر تم مدینہ ہجرت کر گئے تو وہ وہاں بھی تم سے لڑے ان سے اسوقت تک لڑو کہ دین کل کا کل اللہ ہی کا ہو جائے جس کے بعد کوئی کسی کو دین کے معاملہ میں تنگ نہ کرے اور ڈرا دھمکا کر اس دین کو قبول کرنے پر مجبور نہ کرے جسے وہ پسند نہ کرتا ہو۔خلاصہ یہ کہ ان کافروں سے اس وقت تک لڑو یہاں تک کہ لوگ اپنے دین وعقائد میں آزاد ہوں کوئی کسی کو اپنے عقیدے کے قبول کرنے پر مجبور نہ کرے اور نہ ہی دین یا عقیدے کی وجہ سے کوئی کسی کو تکلیف پہنچائے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ دین میں کوئی جبر کرنے کی اجازت نہیں بلاشبہ سچ جھوٹ سے الگ واضح ہو گیا سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان سے لڑو یہاں تک کہ مکہ وغیرہ (یعنی اس کے آس پاس) میں شرک کا فتنہ باقی نہ رہے یہاں دوسرے دین نہ ہوں ایک اسلام ہی باقی ہو (حدائق الروح الریحان ۱۰۔ ۴۲۱ طبع مکہ مکرمہ)امام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ''احکام القرآن'' میں فرماتے ہیں''فلم یدخل اهل الکتاب فی هذا الحکم وهذا یدل علی ان مشرکی العرب لا یقبل منهم الا الاسلام او السیف''

(۱۔۲۶۱) کہ اس حکم میں کہ "تم ان سے لڑو حتی کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سارے کا سارا اللہ کا ہو جائے" میں اہل کتاب یہود و نصاریٰ داخل نہیں بلکہ یہ اس پر دلالت ہے کہ عرب کے مشرکوں سے لڑا جائے گا تا کہ وہ اسلام لے آئیں اور یا انہیں قتل کیا جائے۔ یعنی یہ صرف جزیرہ عرب کے بارے میں حکم ہے۔

یہاں دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ اس آیت کا تعلق عرب کے مشرک لوگوں سے ہے کہ ان سے ہر صورت لڑا جائے یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کریں دوسرا یہ کہ اہل کتاب کو قتل نہ کیا جائے گا ان سے لڑائی نہ کی جائے گی اگر وہ عرب میں رہیں تو رہ سکتے ہیں ان کو ایک مسلم ریاست کا فرمانبرداری، تابعداری اور ٹیکس گذاری کے ساتھ رہنے کی اجازت ہے۔

لیکن بت پرستوں کو وہاں بت پرستی کی اجازت نہ ہوگی اگر بت پرست عرب میں رہنا چاہیں تو مسلمان ہو کر رہیں یا یہودی یا عیسائی مذہب قبول کر کے اہل کتاب کی حیثیت سے اسلامی ریاست کے فرمانبردار، تابعدار اور ٹیکس گذار ہو کر رہ سکتے ہیں۔ یہاں مملکت ہر صورت اسلامیہ ہوگی اور حکمرانی مسلمانوں کی ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب سے جو عرب میں ہیں یا عرب سے باہر ہیں اس وقت تک لڑنے یا ان پر حملہ کرنے کی اجازت نہیں جب تک کہ وہ مسلمانوں سے نہ لڑیں تفسیر بیضاوی کی شرح میں امام عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی۔م۔ ۱۱۹۵ھ لکھتے ہیں "وظاهر هذا الكلام انه مختص بالحرمين المحترمين اذلا يوجد فيه شرك اذا المراد بالشرك الذی يراد بالفتنة شرک العرب فانه ليس فی حقهم الا الاسلام او السيف "(شرح بیضاوی للامام عصام الدین القونوی ۵۔۲۷) یعنی اس کلام الٰہی سے بہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ قتال

لڑائی کرنے کا حکم حرمین شریفین مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے مشرکوں کے ساتھ ہے کہ یہاں شرک کا فتنہ باقی نہ رہنے دو کیونکہ یہاں کوئی شرک نہیں ہوگا یا اس سے مراد جزیرہ عرب کے مشرک ہیں۔ کہ ان کے لیے یا تو اسلام ہے اور یا تلوار اہل کتاب مراد نہیں جب کہ وہ فساد نہ کریں یا مسلمانوں سے نہ لڑیں اہل کتاب میں سے اسی کے ساتھ لڑنے کی اجازت ہے جو فساد کرے یا مسلمانوں سے لڑے لیکن جو پرامن ہیں ان پر کسی طرح کی زیادتی جائز نہیں کیونکہ یہ زیادتی دہشت گردی ہوگی۔

تفسیر ابن کثیر میں امام ابن کثیر دمشقی علیہ الرحمۃ م ۷۷۴ھ لکھتے ہیں

"قال ابن عمر قد فعلنا على عهد رسول الله ﷺ اذ كان الاسلام قليلا و كان الرجل ليفتن في دينه اما ان يقتلوه و اما ان يوثقوه حتى كثر الاسلام فلم تكن فتنة و كا ن الدين كله لله" یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس آیت پر عمل کیا جب اسلام تھوڑا تھا اور مسلمان دین کے بارے میں آزمائش میں ڈالا جاتا تھا یا تو مشرک اسے قتل کردیتے یا اسے باندھ دیتے یہاں تک کہ اب اسلام پھیل گیا اب کوئی فتنہ باقی نہیں رہا اور دین کل کا کل اللہ کے لئے ہوگیا اور لوگو! کیا اب لوگوں سے خواہ مخواہ لڑنے کا ارادہ کرو گے تو تمہارا لوگوں سے لڑنا بجائے خود فتنہ ہوگا اور دین اللہ کے لئے ہونے کی بجائے غیر اللہ کے لئے ہوجائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۰۸)

اس سے معلوم ہوا کہ اب جزیرہ عرب میں دین چھا چکا وہاں شرک نہ رہا دین سارا اللہ کا ہوگیا اب وہاں کوئی دوسرا دین نہیں ہے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی مرضی پوری ہوگئی چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

"لا يجتمع دينا ن في جزيرة العرب"

کہ جزیرہ عرب میں دو دین جمع نہ ہوں گے یہاں ایک دین اسلام ہی ہوگا

(سنن کبریٰ بیہقی ۹_۲۰۸)

(کنز العمال حدیث نمبر ۳۵۱۴۸ _ ۳۸۲۰۲)

(نصب الرایۃ للزیلعی ۳_۴۰۴)

(مصنف امام عبدالرزاق جلد نمبر ۹ ۱۹۳۵۹)

(تلخیص الحبیر لابن حجر ۴_۱۲۴)

(تجدید التمہید لابن عبدالبر ۴۸۱)

۲. "لا یجتمع دینان فی جزیرۃ العرب ماخلا یھود نجران و فدک"

کہ جزیرہ عرب میں دو دین جمع نہ ہوں گے یہاں دین اسلام ہی ہوگا سوائے عیسائیوں کے اور یہودیوں کے علاقہ فدک کے۔ (مشکل الاثار للطحاوی ج ۴، ص ۱۳)

۳. "لایجتمعان دینان بارض الحجاز" (تمہید ۶/۴۶۳)

کہ حجاز کی سرزمین میں دو دین جمع نہ ہوں گے۔ (بلکہ یہاں صرف دین اسلام کی حکمرانی ہوگی) الحمدللہ حضور ﷺ کے زمانہ اقدس سے لے کر اب تک حجاز و جزیرہ عرب کی سرزمین پر اسلام ہی اسلام چلا آرہا ہے۔ اب اس بات کی ضرورت ہے کہ پوری دنیا میں امن قائم کیا جائے۔ کوئی کسی سے نہ لڑے مذہبی آزادی کے ساتھ ہر شخص سکون سے رہے کہیں بھی آئے جائے اسے کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہیے البتہ اگر کافر پر امن مسلمانوں کو ان کے دین کی وجہ سے ستائیں ان کو تنگ کریں ان سے لڑنے آجائیں تو ایسی صورت میں مسلمانوں کو انہی کافروں سے دفاعی طور پر لڑنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں مسلمان مظلوم ٹھہریں گے اور وہ لڑنے والے کافر ظالم کہلائیں گے اور ظالموں سے لڑنا جہاد ہے، جسکی تفصیل مکمل طور پر گذر چکی ہے۔

حرف آخر

آخر میں تمام امت مسلمہ کے افراد سے گذارش ہے کہ ہمارے دوست یورپ کے ملکوں نے جیسے اپنے درمیان بارڈر سسٹم ختم کر کے اپنی کرنسی ایک کر لی ہے جسے یورو کہتے ہیں اسی طرح اپنے دوست ممالک یورپ سے سبق حاصل کرتے ہوئے سب اسلامی ملکوں کو بھی اپنے درمیان بارڈر سسٹم ختم کر کے اپنی کرنسی ریال، درھم، دینار، یا اشرفی، کے نام سے ایک کر کے دنیا میں امن وامان قائم کرنے میں بھرپور کردار ادا کرنا چاہیے اس طرح یورپ کی طرح ترقی بھی کر جائیں گے اور اتحاد باہمی کی برکتیں بھی پائیں گے جن کا یہ تصور بھی نہیں کر سکتے ہیں۔

فقط

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

سابق وزیر مذہبی امور اوقاف صوبہ پنجاب

ماڈل ٹاؤن لاہور

شیخ القرآن ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری کی دیگر تصانیف

Distribute by SAW Publisher 0300-4826678 0321-4059491